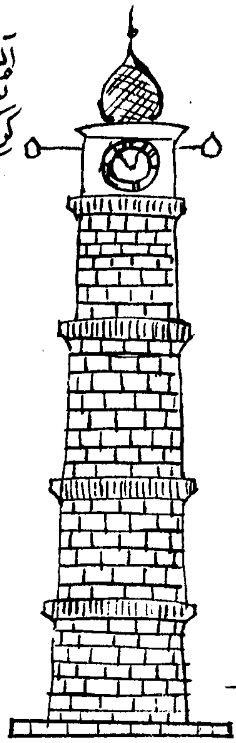
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون



اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دارالامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

نمبر ۱۱	۲۳ - ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۴ - مارچ سنہ ۱۹۰۳ء	جلد ۷

کلمات طیبات

حضرۃ اقدس امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

ہر ایک کام کے لیے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اُس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اسکا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھے دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھے دن اپنا کام کیا کریں لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریر کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انھیں حکم ملا کہ آدھے دن تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھے دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور اُنھوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑی ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ! خدا تمکو وہ دُکھ دے جو ہمکو ملا ہے اور بھی اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے انکو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ توراۃ میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام اُنھیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی افروختہ ہوتے تھے آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لیے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرۃ موسیٰ قوم کو لیکر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر انکا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اُسوقت وہ چلائے اور کہا

اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ

اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوۃ کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے اُنھیں یہی جواب دیا

کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ

ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لیے قبریں نہ تھیں اور یہ اضطراب اسوجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالیٰ قادر و مقتدر خدا ہے دریائے نیل میں سے اُنھیں راستہ ملگیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہوگئے۔ مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہوگیا۔ سید احمد خاں صاحب اسموقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا مگر ہم کہتے ہیں کچھ ہو اسمیں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے اُسے نجات اور راہ ملتی ہے یجعل لہ مخرجا۔

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اسکے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لیے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں

چاہیے اور بے صبری اور بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیے یہ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہیے کہ **میری دعا قبول نہ ہو گی یا نہیں ہوتی**۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لیے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا سے چاہتا ہے جو اس کے لیے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے مثلاً ایک زمیندار جسکو ہل چلانے کے لیے بیل کی ضرورت ہے وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اسکو دراصل بیل دینا مفید ہو گا اور وہ حکم دیدے کہ اسکو ایک بیل دیدو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے یہ کہدے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی تو یہ اسکی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لیے یہی بہتر تھا۔ اسطرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے کو دیکھکر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کریگی کہ اسکو آگ کے انگارے دیدے؟ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بےصبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کیے گئے تھے اسی طرح پر اس اُمت کے لیے بھی ایک مماثلت ہے ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزل میں ہے + اسی مماثلت کے لحاظ پر اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے جسطرح پر موسیٰ علیہ السلام نے وہ زمین نہ پائی بلکہ یشوع بن نون نے پایا اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آئے دن مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ انکو کیا کہا گیا تھا کیا تعلیم ملی تھی اور اب انھوں نے اسپر کس حد تک عمل کیا ہے۔

مجھے بڑی ہی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں یہ احادیث کے درس دیتے اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں دین کے اصول سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بنا پر میرے دعوے کو سوچیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے خوف سے کہتے ہیں یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھکر کہتے ہیں اگر خدا ترسی اور تقوی سے کام لیتے تو **لا تقف مالیس لک بہ علم** پر عمل کرتے۔ اور جبتک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی رائے نہ دیتے مگر انھوں نے قبل از مرگ واویلا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی ان سب کو پس پشت ڈالدیا۔ کم از کم تقوی کا طریق تو یہ تھا کہ وہ میرے دعوے کو سُنکر فکر کرتے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے کیونکہ میں نے انکو یہ کہا تھا کہ **خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے** وہ دیکھتے ہیں کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں مگر انھوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں انھوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہدیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا اُمید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بےحرمتی کرتے ہیں خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسکا نام سُنتے ہی یہ ہتھیار ڈالدیتے۔ مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھے اب خود دیکھ لینگے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ میرے بُلانے کے دراصل یہی لوگ محرک ہوئے ہیں اور میری **بعثت** کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔ کیونکہ جسقدر لوگ نصرانی اور بیدین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے ان سے سوال کیا اور کوئی بات ان سے پوچھی تو انھوں نے جھٹ پٹ ہی فتوی دیدیا کہ یہ واجب القتل ہے۔ کافر ہو گیا بیدین ہو گیا اسکو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انھوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور بودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھیر سکتے + پس انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونیکی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں

یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں اسقدر بُعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیے اسلیے انکو حق حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ لیکن سوال کرنے پر انھوں نے جو اخلاق ان مولویوں کے دیکھے انھوں نے ان کو گمراہ کر دیا + چاہیے تو یہ تھا کہ انکو معذور اور واجب الرحم سمجھکر نرمی سے پیش آتے اور انکو سمجھاتے۔ مگر اُلٹا انھوں نے انکو اسلام سے بیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اسکی تاثیروں کو دکھاؤں پس اسوقت ہمارے دو کام ہیں اول یہ کہ ان نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ **مجیب** اور **ناطق خدا** ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سُنتا اور ان کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ **لا یرجع الیھم قولا** کا مصداق ہو رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بوجہ ان کے کفر اور بیدینی کے انکی دعائیں **ما دعاء الکافرین الا فی ضلال** کی مصداق ہو گئی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے مگر ان لوگوں نے اسکی صفات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔

پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے اور انکو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے انکو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ انکی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جسکو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو

ہماری جماعت کے لیے اسی بات کی ضرورت ہے

انسان کیا کما سکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔

پس تم وہ چیز بنو جسکا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اتباع پر تجربہ کر کے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اُسکا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی کہانی ہے۔ کہ کس کسطرح پر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نصرت کی ہے۔ اسی شہر میں دیکھو مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد ایک شخص ہے۔ کیا قد میں امام الدین اس کا چھوٹا ہے یا اُسکی ڈاڑھی چھوٹی ہے اس کا مکان دیکھو تو حضرت اقدس کے مکانوں سے مکان بھی بڑا ہے۔ ڈاڑھی دیکھو تو وہ بھی بڑی لمبی ہے۔ کوشش بھی ہے کہ مجھے کچھ ملے مگر دیکھتے ہو خدا کے دینے میں کیا فرق ہے +

میں یہ باتیں کسیکی اہانت کے لیے نہیں کہتا بس ایسے نمونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور ہر جگہ یہ نمونے موجود ہوتے ہیں۔

میں خود ایک نمونہ ہوں جتنا میں بولتا کہتا اور لوگوں کو سناتا ہوں اسکا بیسواں حصہ بھی مرزا صاحب نہیں بولتے اور سُناتے کیونکہ تم دیکھتے ہو وہ خاص وقتوں میں باہر تشریف لاتے ہیں اور میں سارا دن باہر رہتا ہوں لیکن پھر تو بدظنی بھی ہو جاتی ہے لیکن اسکی باتوں پر کیسا عمل ہے بات یہی ہے کہ اللہ کا دین الگ ہے اور وہ موقوف ہے ایمان پر۔

منصوبہ باز چالاکیوں سے کام لینے والے بامراد نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی تدابیر اور مکائد پر بھروسا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یوں کرلیں گے مگر اللہ تعالےٰ اُنکو دکھاتا ہے کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ جب اُس کا فضل ہوتا ہے تو اسکے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے **دینے کے منتظر بنو** اور یہ عطا منحصر ایمان پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ملا وہ سب سے بڑھ کر ملا۔ شرط یہ ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ

اللہ تعالےٰ کی تعظیم میں لگو۔ نماز سنوار کر پڑھو نماز مومن کی الگ اور دنیادار کی الگ منافق کی الگ ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا جنکی تعریف اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **ابراهيم الذى وفّٰى** اور وہی ابراہیم جو جاء **بقلب سليم** کا مصداق تھا اسنے بھی تعظیم امر الٰہی کی کر کے دکھائی اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا + اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تعظیم لامر اللہ کے لیے تو **فصل لربك** کا حکم ہے مگر شفقت علی خلق اللہ اور تکمیل تعظیم امر الٰہی کے لیے

وانحر

قربانی بھی کرو۔

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اُسوقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی **اسمٰعیل** جیسی اولاد عطا کی جب اسمٰعیل جوان ہوے تو حکم ہوا کہ انکو **قربانی** میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہونچگئی اس بوڑھاپے آیندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری اُمیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیے ایک طرف حکم ہوا۔ اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! **انى ارىٰ فى المنام انى اذبحك** تو وہ بلا چون و چرا یونہی بولا۔ کہ **فافعل بما تؤمر ستجدنى ان شاء الله من الصابرين**۔ ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے اسکی تعبیر ہو سکتی ہے مگر نہیں کہا پھر کرہی لیجیے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت کوئی آرام کوئی دولت اور کوئی اُمید باقی نہ رکھی یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں + مگر دیکھو کہ اسمیں اور انمیں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالےٰ نے ابراہیم اور اسکے بیٹے کو کیا جزا دی اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیا .... پیدا کیے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفا الٰہی دین کے قیامتہ تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے **انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض** کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو **ان صلوتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين** کہتے ہو تو کر کے بھی دکھلاؤ۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسکی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کے لیے جو اسلام کا سچا مفہوم اور منشا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں وسوسے اور دنیا کی ایچا پیچی ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنے کُل قویٰ اور خواہشوں کو قربان کر ڈالو اور رضاء الٰہی میں لگا دو۔ تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔

اِنَّ شانئك هو الابتر

تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔

انسان کی خوشحالی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود اسکو راحتیں اور نصرتیں ملیں اور اسکے دشمن تباہ اور ہلاک ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز اور اپنی قربانیوں میں دکھا دیا کہ وہ ہمارا ہے ہمنے اپنی نصرتوں اور تائیدوں سے بتادیا کہ ہم اسکے ہیں اور اسکے دشمنوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آج ابوجہل کو کون جانتا ہے ماں باپ نے تو اُسکا نام ابوالحکم رکھا تھا مگر آخر ابوجہل ٹھیرا وہ سید الوادی کہلاتا مگر بدتر مخلوق ٹھیرا۔ وہ بلال جسکو ذلیل کرتے ناک میں نکیل ڈالتے اُس نے اللہ تعالےٰ کو مانا اسی کے سامنے اُنکو ہلاک کر کے دکھایا۔ غرض خدا کے ہو جاؤ وہ تمہارا ہو جائے گا **من كان لله كان الله له**۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں ہزار اعتراض مرزا صاحب پر کرتے ہیں مگر وہ وہی اعتراض ہیں جو پہلے برگزیدوں پر ہوے انجام بتا دے گا کہ راستباز کامیاب ہوتا ہے اور اُسکے دشمن تباہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تمکو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مرکر اور مرتے ہوے بھی اسکے ہو بیٹو اسے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو اعمال صالحہ کی توفیق دے + جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ بیٹھ بہتر ہے۔

کہ ان کا ایمان بڑھے خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لیے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بیفائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو در اصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجاوے گا کہ وہ الگ ہو جاوے گا اسی لیے جہانتک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دیجاتی ہے۔

اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں مثلاً شہد کی مکھی ہے اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں انکو اپنے فہم سے کسقدر کام لینا پڑتا ہے کسقدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسیطرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لیے جاتے ہیں پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے۔ اور سوچلے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لیے ہے یا نہیں؟ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔

ہاں یہ دیکھلینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے اسلیے خود خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیے مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اسکو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیہودہ معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ قسموں کے متعلق دیکھنا یہ ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ جب اسکی فلاسفی پر غور کر لیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائمقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلم بات ہے عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد صادق تصور کرتی ہے؟ یہ روزمرہ کی بات ہے۔ جہالت اور تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مدنظر رکھکر کوئی بات کہنا اور۔ اب جبکہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے پھر کیسی سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لیے بدیہی کو گواہ ٹھیراتا ہے۔ جیسے فرمایا **والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل۔** اب یہ بھی ایک قسم کا محل ہے نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی ہے لیکن اسکو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الٰہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اسکو اس طرز پر پیش کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

کشف الغطا

حضرت اقدس کی لطیف تصانیف سے ہے
قیمت ۲ر

ستارہ قیصرہ

آریوں کے رد میں نئی تصنیف حضرت اقدس
قیمت تصنیف ...
المشتہر حکیم فضل الدین قادیان

سورہ کوثر پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے۔

حالانکہ یہ ضروری بات تھی۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر پوری اطلاع حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی کیونکہ جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ آپ دن رات میں کیا کیا عمل کرتے تھے؟ اس وقت تک ان اعمال کی طرف تحریک اور ترغیب نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالیٰ کی محبت یا اسکے محبوب بننے کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع ہے پھر یہ اتباع کیسے کامل طور پر ہو سکتی ہے جب معلوم ہی نہ ہو کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ اس پہلو میں بھی مسلمانوں نے جسقدر اس وقت سستی اور غفلت سے کام لیا ہے وہ بہت کچھ انکی ذلت اور ضعف کا باعث ٹھیرا۔

اس ضروری کام کو تو چھوڑا پر مصروفیت کس کام میں اختیار کی۔ نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں چار پی لی۔ حقہ پی لیا۔ پان کھا لیا۔ غرض ہر پہلو اور ہر حالت سے دنیوی امور میں ہی مستغرق ہو گئے۔ مگر پھر بھی آرام اور سکھ نہیں ملتا۔ ساری کوششیں اور ساری تگ و دو دنیا کے لیے ہی ہوتی ہے اور اسمیں بھی راحت نہیں۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں انکو وہ دیتا ہے تو پھر کسقدر دیتا ہے؟ اور ساری راحتوں کا مالک اور وارث بنا دیتا ہے۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ جتنا چھوٹا ہوتا ہے اُسکا اتنا ہی دینا ہوتا ہے اور جسقدر بڑا اسی قدر اسکی دہش ہوتی ہے۔ جسقدر کبریائی اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اسی کے موافق اسکی عطا ہے۔ اور اسکی عطا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا

میں نے ایک دنیادار کو دیکھا ہے وہ میرا دوست بھی ہے میں کلکتہ میں اسکے مکان پر تھا۔ اس نے مجھے دکھایا کہ وہ ایک ایک دن میں چار چار سو یا پانچ پانچ سو روپیہ کیسے کما لیتا ہے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ میں نے اسکو ایک دفعہ گجرات میں دیکھا بہت ہی بری حالت میں مبتلا میں نے اسکو اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ پوچھا کہ بتاؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ رہنے کو جگہ نہیں کھانے کو روٹی نہیں اسوقت یہاں آیا ہوں کہ فلاں شخص کو پندرہ ہزار روپیہ دیا تھا۔ مگر اب وہ بھی جواب دیتا ہے میں نے اسکی اس حالت کو دیکھکر یہ سبق حاصل کیا کہ جالائی کر

انسان کیا کما سکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔

پس تم وہ چیز ہو جسکا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اتباع پر تجربہ کر کے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اسکا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی کہانی ہے۔ کہ کس کسطرح پر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نصرت کی ہے۔ اسی شہر میں دیکھو مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد ایک شخص ہے۔ کیا قد میں امام الدین اس کا چھوٹا ہے یا اسکی ڈاڑھی چھوٹی ہے اس کا مکان دیکھو تو حضرت اقدس کے مکانوں سے مکان بھی بڑا ہے۔ ڈاڑھی دیکھو تو وہ بھی بڑی لمبی ہے۔ کوشش بھی ہے کہ مجھے کچھ ملے مگر دیکھتے ہو خدا کے دینے میں کیا فرق ہے + میں یہ باتیں کسیکی اہانت کے لیے نہیں کہتا بس ایسے نمونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور ہر جگہ یہ نمونے موجود ہوتے ہیں۔

میں خود ایک نمونہ ہوں جتنا میں بولتا کہتا اور لوگوں کو سناتا ہوں اسکا بیسواں حصہ بھی مرزا صاحب نہیں بولتے اور سُناتے کیونکہ تم دیکھتے ہو وہ خاص وقتوں میں باہر تشریف لاتے ہیں اور میں سارا دن باہر رہتا ہوں لیکن پھر تو بدظنی بھی ہو جاتی ہے لیکن اسکی باتوں پر کیسا عمل ہے بات یہی ہے کہ اللہ کا دین الگ ہے اور وہ موقوف ہے ایمان پر۔

منصوبہ باز چالاکیوں سے کام لینے والے بامراد نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی تدابیر اور مکائد پر بھروسا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یوں کر لیں گے مگر اللہ تعالےٰ انکو دکھاتا ہے کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ جب اُس کا فضل ہوتا ہے تو اسکے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے دینے کے منتظر بنو اور یہ عطا منحصر ہے ایمان پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ملا وہ سب سے بڑھ کر ملا۔ شرط یہ ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ

اللہ تعالےٰ کی تعظیم میں لگو۔ نماز سنوار کر پڑھو نماز مومن کی الگ اور دنیا دار کی الگ منافق کی الگ ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا جنکی تعریف اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ابراهيم الذى وفّٰى اور وہی ابراہیم جو جاء بقلب سليم کا مصداق تھا اسنے سچی تعظیم امر الٰہی کی کر کے دکھائی اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا + اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تعظیم لامر اللہ کے لیے تو فصل لربك کا حکم ہے مگر شفقت علی خلق اللہ اور تکمیل تعظیم امر الٰہی کے لیے

وانحر

قربانی بھی کرو۔

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اُسوقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی اسمٰعیل جیسی اولاد عطا کی جب اسمٰعیل جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ انکو قربانی میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہونچ گئی اس بوڑھاپے آئندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیے ایک طرف حکم ہوا۔ اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! انى ارى فى المنام انى اذبحك تو وہ بلاچون و چرا یونہی بولا۔ کہ فافعل ما تؤمر ستجدنى ان شاء الله من الصابرين. ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے اسکی تعبیر ہو سکتی ہے مگر نہیں کہا پھیر کر ہی لیجیے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت کوئی آرام کوئی دولت اور کوئی اُمید باقی نہ رکھی یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں + مگر دیکھو کہ اسمیں اور اِنمیں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالےٰ نے ابراہیم اور اسکے بیٹے کو کیا جزا دی اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیا .... پیدا کیے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفاء الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو ان صلوتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين کہتے ہو تو کر کے بھی دکھلاؤ۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسکی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کے لیے جو اسلام کا سچا مفہوم اور منشا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں وسوسے اور دنیا کی ایچا پیچی ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنے کُل قویٰ اور خواہشوں کو قربان کر ڈالو اور رضاء الٰہی میں لگا دو۔ تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔

انسان کی خوشحالی اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ خود اسکو راحتیں اور نصرتیں ملیں اور اسکے دشمن تباہ اور ہلاک ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز اور اپنی قربانیوں میں دکھا دیا کہ وہ ہمارا ہے ہمنے اپنی نصرتوں اور تائیدوں سے بتا دیا کہ ہم اسکے ہیں اور اسکے دشمنوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آج ابو جہل کو کون جانتا ہے ماں باپ نے تو اُسکا نام ابوالحکم رکھا تھا مگر آخر ابو جہل ٹھیرا وہ سید الوادی کہلاتا مگر بدتر مخلوق ٹھیرا۔ وہ بلال جسکو ذلیل کرتے ناک میں نکیل ڈالتے اُس نے اللہ تعالےٰ کو مانا اسی کے سامنے اُنکو ہلاک کر کے دکھایا۔ غرض خدا کے ہو جاؤ وہ تمھارا ہو جائے گا من كان لله كان الله له۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں ہزار اعتراض مرزا صاحب پر کرتے ہیں مگر وہ وہی اعتراض ہیں جو پہلے برگزیدوں پر ہوے انجام بتا دے گا کہ راستباز کامیاب ہوتا ہے اور اُسکے دشمن تباہ ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تمکو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مر کر اور مرتے ہوے بھی اسکے ہونیوالے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو اعمال صالحہ کی توفیق دے + جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ بہرہ ہے۔

دنیا کے ایچ پیچ کام نہیں آنے کام آنیوالی چیز نیکی اور اعمال صالحہ ہیں خدا سب کو توفیق عطا کرے

آمین

دوسرے خطبہ

میں اتنا ہی فرمایا کہ قربانیاں دو جو بیمار نہ ہوں دبلی نہ ہوں۔ بے آنکھ کی نہ ہوں کان چری ہوئی نہ ہوں۔ عیب دار نہ ہوں۔ لنگڑی نہ ہوں۔ اسمیں **اشارہ** ہے کہ جبتک کامل طور پر خوشی قربان نہ کروگے ساری نیکیاں تمھاری ذات پر جلوہ گر نہ ہونگی اصل منشا قربانی کا یہ ہے پھر جسکو مناسب سمجھنا ہووے۔

استفسار اور اُن کے جواب

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بعض لوگ عجیب عجیب **سوال** کرتے ہیں جنکا جواب دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہوتا ہے اسلیے اس عنوان کے تحت عند الضرورۃ ہم ایسے استفسار اور جواب شائع کیا کریں گے۔ ایڈیٹر۔

سوال۔ مولود کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں؟

حضرت اقدس۔ محض تذکرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمدہ چیز ہے اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپ کی اتباع کے لیے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اسی لیے بعض تذکرے موجود ہیں جیسے فرمایا **وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ**۔ لیکن اگر تذکروں کے بیان میں بعض بدعات ملا دی جاویں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں۔ ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی؛

یہ یاد رکھو کہ اصل مقصد اسلام کا **توحید** ہے مولود کی محفلیں کرنے والوں میں آجکل دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بدعات ملا لی گئی ہیں؛ جس نے ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجب رحمت ہے۔ مگر غیر مشروع امور وبدعات منشاء الٰہی کے خلاف ہیں ہم خود اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ آپ کسی نئی شریعۃ کی بنیاد رکھیں اور آجکل یہی ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے موافق شریعۃ کو بنانا چاہتا ہے گویا خود شریعت بناتا ہے؛

اس مسئلہ میں بھی افراط اور تفریط سے کام لیا گیا ہے بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہی حرام ہے یہ ان کی حماقت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بیباکی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالےٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا اور اسکی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اُس کا تذکرہ کرتا ہے۔

ہاں جو لوگ مولود کرتے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے آئے ہیں یہ انکی جرأت ہے ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں اُن میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ سود خوار اور شرابی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشہ کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں پس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں۔

جو شخص خشک وہابی بنتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ بیدین آدمی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا روشن وجود ہوتا ہے۔ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے دنیا کے لیے اسمیں برکات ہوتے ہیں اپنے جیسا سمجھ لینا ظلم ہے۔ **اولیاء وانبیاء** سے محبت رکھنے سے ایمانی قوۃ بڑھتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک اعلیٰ مقام ہوگا اور اسمیں میں ہوں گا ایک صحابی جس کو آپ سے بہت ہی محبت تھی وہ یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ حضور مجھے آپ سے بہت محبت تھی آپ نے فرمایا تو میرے ساتھ ہوگا۔

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں رکھ سکتا۔ اور ایسا ہی **وہابی** بھی نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں ان میں روحانیت نہیں ہے خدا تعالےٰ اور اسکے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے۔

دوسرا گروہ جنھوں نے مشرکانہ طریق اختیار کیے ہیں روحانیت ان میں بھی نہیں قبر پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ میرے نزدیک جیسا کہ وہابی کہتے ہیں حرام نہیں بلکہ یہ اتباع کی تحریک کے لیے مناسب ہے جو لوگ مشرکانہ رنگ میں بعض بدعتیں پیدا کرتے ہیں؛ وہ حرام ہیں؛

سوال۔ روٹیوں پر فاتحہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

حضرت اقدس کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا ہے؟

سوال خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

حضرت اقدس خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے اور بدعات جو ساتھ ملاتے ہیں وہ اس عبادت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ بدعات نکال نکال کر ان لوگوں نے کام خراب کیا ہے۔

۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کی سیر میں

سوال۔ سودی روپے کے لینے اور دینے کے متعلق کیا حکم ہے۔

حضرت اقدس؛ ہمارے نزدیک سودی روپیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنے ایمان پر قائم ہوں اللہ ان کا خود متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے اس قدر مومن دنیا میں گذرے ہیں وہ کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ **يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** اللہ ہر ضیق سے اُنکو نجات دیتا ہے ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ جب کسی سے کچھ روپیہ قرض لیتے تو اُسکے ساتھ کچھ اور بھی دیدیتے اسطریق پر کہ **هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ** پر عمل ہو جاوے۔ اور یہ جو زائد دیتے وہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اصل سے دو چند سہ چند ہوتا۔ ایسی صورتیں جائز ہیں کہ اگر کسی اپنے دوست سے روپیہ لے اور کوئی شرط اُسکے ساتھ نہ ہو تو صلہ مواسات کے طور پر کچھ بڑھا کر دیدے۔

لیکن جیسے آجکل عام طور پر مروج ہے کہ پہلے سود کا فیصلہ ہو جاتا ہے یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

ایمان بڑی بابرکت چیز ہے مومن کو اللہ تعالےٰ

ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ مومن اپنے رب کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الم تعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر**۔ مومن کو یہ ضرورت نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو وہ خود تکفیل ہو جاتا ہے۔ سود تو کوئی چیز نہیں اگر اللہ تعالیٰ مومن کو کہتا کہ تو زمین کا پانی نہ پیا کر تو میں ایمان رکھتا ہوں کہ اسکو آسمان سے پانی ملتا جس قدر ضعف اور لاچاری ہوتی ہے اسی قدر ایمان کی کمزوری ہوتی ہے۔ کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ توفیق اور قوت نہ دے جب وہ قوت عطا کرتا ہے تو پھر سہولت کے دروازے کھول دیتا ہے اگر عذر نکال نکال کر گناہ کیے جائیں جیسے مثلاً کہتے ہیں کہ سودی روپیہ لیے بغیر گذارہ نہیں تو پھر عذروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی کتاب کے کسی حکم پر عمل نہ ہو۔ سب راستبازوں کا تجربہ یہی ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ رحمت کا دروازہ نہ کھولے کچھ بھی نہیں بنتا۔ افسوس یہ ہے کہ جیسا بھروسہ انسان مخلوق کے دروازہ پر رکھتا ہے اگر اپنے خالق کے دروازہ پر رکھے تو کبھی محتاج نہ ہو۔ مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

عذر رکھکر معصیت میں مبتلا ہونا یہ سفلی عذر ہے جو شیطان سے آتا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے تو سب کچھ ہوتا ہے۔ میں نے بعض بیماریوں میں آزمایا ہے اور دیکھا ہے کہ محض دعا سے اُسکا فضل ہوا اور مرض جاتا رہا ہے۔ ابھی دو چار دن ہوئے ہیں کثرت پیشاب اور اسہال کی وجہ سے میں مضمحل ہو گیا تھا میں نے دعا کی تو الہام ہوا

دُعَاءُ كَ مُسْتَجَابٌ۔

اسکے بعد ہی دیکھا کہ وہ شکایت جاتی رہی خدا ایک ایسا نسخہ ہے جو سارے نسخوں سے بہتر ہے اور چھپانے کے قابل ہے مگر پھر دیکھتا ہوں کہ یہ بخل ہے اسلیے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

اسلام اور غیر اسلام میں یہی فرق ہے کہ وہ اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتا تھا اب بھی خدا تعالیٰ وہی کرشمے دکھاتا ہے اور تازہ بتازہ کرشمہ دکھاتا ہے اور ہم پہچانتے ہیں کہ گویا وہی زمانہ اور وقت ہے اس سے بڑا حوصلہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کو جلتی آگ میں بچا لیتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے کہا **یا نار کونی بردا و سلاما**۔ اور یہاں بھی ڈگلس کے سامنے جو کلارک کا مقدمہ تھا وہ اس آگ سے کم نہ تھا۔

غرض مومن کو خدا تعالیٰ ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ جو پڑتا ہے وہ اپنی ہی کمزوری کی وجہ سے پڑتا ہے

سوال۔ بابو عطاء الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر نے عرض کی کہ حضور ریلوے کے محکمہ میں ملازموں کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ حصہ وضع ہوتا ہے اور وہ گورنمنٹ کے پاس جمع رہتا ہے پھر اسپر کچھ بونس دیا جاتا ہے کیا وہ سود میں داخل ہے؟

حضرت اقدس۔ بات اصل یہ ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ اپنے ذاتی فائدہ کے لیے روپیہ قرض دیا جاوے یہ تعریف جہاں صادق آتی ہے وہ سود ہے۔ لیکن جبکہ محکمہ ریلوے کے ملازم خود وہ روپیہ سود کے لالچ سے نہیں دیتے بلکہ جبراً وضع کیا جاتا ہے تو یہ سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ اور خود جو کچھ وہ روپیہ زائد دیدیتے ہیں وہ داخل سود نہیں ہے۔ غرض یہ خود دیکھ سکتے ہو کہ آیا یہ روپیہ سود لینے کے لیے تم خود دیتے ہو یا وہ خود وضع کرتے ہیں اور بلا طلب اپنے طور پر دیتے ہیں

سوال۔ رشوت ستانی سے اگر کسی نے مال جمع کیا ہوا ہو اور پھر وہ اس سے توبہ کرے تو اُسے کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اقدس۔ ایسا مال جو رشوت ستانی سے لیا گیا ہے جب توبہ کرے تو اس مال کو ان لوگوں کو جن سے لیا ہے واپس کرے۔ اور اگر پتہ نہ لگے تو پھر اُسے صدقہ وخیرات کر دے

سوال رہن کے متعلق کیا حکم ہے۔

حضرت اقدس۔ ہمارے نزدیک رہن جبکہ نفع ونقصان کا ذمہ دار ہوجاتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا منع نہیں ہے۔

سوال۔ بعض لوگ جو عمارتوں کے بیمے کسی بیمہ کی کمپنی سے آتشزدگی وغیرہ کے متعلق کراتے ہیں اسکی بابت حضور کیا فرماتے ہیں

حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب دیتے وقت ایک اصل بیان کر دی کہ سود اور قمار سے الگ کر کے اقرارات کو شریعت نے صحیح سمجھا ہے۔ بس ان معاملات میں یہ پہلو کہ سود یا قمار کی کوئی جز تو نہیں اگر صرف اقرارات ہوں انکو شریعت نے جائز رکھا ہے۔ کہ جنمیں ذمہ واری ہوتی ہے۔

چونکہ اس قسم کے سوالوں کے متعلق ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس لیے حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ **لا تسئلوا عن اشياء** کبھی قرآن شریف میں آیا ہے بہت کھوج کھاج مناسب نہیں ہے ایک شخص دعوت کھانے جاوے اور پھر وہاں بھی تحقیق شروع کر دے کہ فلاں چیز کہاں سے آئی اس نے کہاں سے لی۔ ایسے استفسار منع ہیں۔

۲۰ مارچ کی سیر میں سے

سردار فضل حق صاحب نے عرض کیا کہ میرے ایک دوست کشتی نوح کی تعلیم کو پڑھ کر یہ پوچھتے ہیں کہ اگر انسانی کمزوری کی وجہ سے کوئی شرط ٹوٹ جاوے تو کیا اسکو صرف توبہ کرنی کافی ہے یا تجدید بیعت

فرمایا۔ توبہ کافی ہے کہ **التائب من الذنب كمن لا ذنب له** گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اگر بیعت کر لے تو یہ بھی عادت ہو۔

توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ندامت ہو اور پھر پکا عزم اس گناہ کے چھوڑ دینے کا ہو اس سے اگر وہ توبہ پر قائم نہ رہ سکے تو بھی اللہ تعالیٰ اس ندامت اور عزم پر گناہ بخش دیتا ہے۔ اصل گناہ سے بچنے کے لیے انسان کو توبہ کرنی چاہیے۔ پوری حفاظت تب ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ کی توبہ اس کے ساتھ ہے۔

یہ بات حیران کرنے والی نہیں کہ خدا کی توبہ کیا ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ توبہ کا اصل مفہوم رجوع کرنا ہے۔ انسان کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہ سے نیکی کیطرف رجوع کرتا ہے اور خدا کی توبہ یہ ہے کہ وہ رحمت سے رجوع کرتا ہے جب خدا تعالیٰ رجوع برحمت فرماتا ہے اسکے بعد انسان گناہ پر قابو نہیں پاتا اور یہی وہ حالت ہوتی ہے جس کے لیے **حدیث** میں آیا ہے کہ ایک شخص گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ ایک لمبے سلسلے کے بعد خدا توبہ کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ **افعل ما شئت**

فانے غفرتلک یعنی تواب جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تو برے کام بھی کر بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری سرشت ہی کو بدل دیا ہے اب تو بدی کرنے کی قوت ہی نہیں رکھتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک بدنظری کرنے والے کی آنکھیں نکال دیجاویں اور پھر اسکو کہا جاوے کہ تو اب جا بدنظری کر۔ خدا تعالے اُسکے گناہ کی قوتوں کو ہی سلب کر دیتا ہے۔

بدر کی لڑائی میں جب صحابہ نے اپنے صدق اور وفا کو ظاہر کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا اعملوا ما شئتم یہ ایک مقام اور درجہ تقوی کا ہوتا ہے اس وقت وہ خدا تعالے کی مرضی کے خلاف کرہی نہیں سکتا۔ خدا تعالے مذنب تواب سے پیار کرتا ہے اسلیے وہ اسکی طرف رجوع کرتا اور اپنے اندر ایک ندامت کو پیدا کرتا ہے۔

گناہ ایک زہر ہے جیسے دوسری زہریں انسان کے جسم پر اثر کر کے اسکو تباہ کرتی ہیں گناہ روحانی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے لیکن جسطرح پر بعض زہریں تریاق کے ساتھ ملکر مفید بھی ہو جاتی ہیں گناہ کی زہر بھی توبہ کے تریاق کے ساتھ ملکر نفع دیجاتی ہے کیونکہ اس سے انکساری شرمساری اور تضرع پیدا ہوتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زلۃ القدم کی وجہ یہی تھی۔ اگر یہ حرکت اُن سے صادر نہ ہوتی تو وہ ربنا ظلمنا انفسنا نہ کہتے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ پھر خدا جانے کس کس قسم کا تکبر اُنکو پیدا ہوتا۔

سوال۔ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ آسمان پر تھا یا زمین پر

حضرت اقدس۔ وہ بہشت زمین پر تھا توراۃ سے بھی یہی ثابت ہے۔ آسمان پر ہی آدم کی کبھی بود و باش نہیں ہوئی وہاں تو مرنے کے بعد ہی جانا ہوتا ہے۔

سوال۔ شجرہ کیا تھا۔

حضرت اقدس کوئی گیہوں کا درخت کہتا ہے کوئی انگور کا درخت کہتا ہے جس سے شراب کی طرف ایما ہے اور اسکی تائید انہ من عمل الشیطن سے بھی ہوتی ہے۔ غرض یہ تھی کہ اس سے متوالے نہ ہونا

سوال۔ تنباکو کے متعلق۔

حضرت اقدس۔ تنباکو ہم مسکرات میں داخل نہیں کرتے لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون۔ اگر کسیکو کوئی طبیب بطور علاج بتلائے تو ہم منع نہیں کرتے ورنہ یہ لغو اور اسراف کا فعل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تو آپ اپنے اور صحابہ کے لیے کبھی پسند نہ فرماتے۔

آریہ سماج قادیان کا سالانہ جلسہ اور ہم

آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی روئداد کے شائع کرنے میں غالباً اُمید سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن جن اصولوں اور پہلوؤں پر ہم اسکو ناظرین الحکم اور گورنمنٹ کی توجہ کے لیے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ پہلو کسی دیر یا توقف کی وجہ سے کمزور نہیں ہو سکتے ہماری دیر اور توقف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ خود آریہ سماج اس جلسہ کے متعلق کیا شائع کرتی ہے تاہم اُن تحریروں کو بھی اپنی روئداد شائع کرنے وقت ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے اس جلسہ کی روئداد کے درج کرنے کی ناگوار ڈیوٹی ہمکو بہت سے ایسے فقرے اور جملے لکھنے پر مجبور کریگی جنکو بالطبع ہم سخت کراہت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر ہمیں آریہ سماج کی تہذیب اور اُنکی اخلاقی حالت کا اندازہ کرانیکے لیے غالباً ایسا کرنا پڑے۔ اگرچہ ہم کوشش کرینگے کہ بعض جگہ صرف اشارات سے ہی کام لیں۔ ہاں ان معاملات پر جو گورنمنٹ کے نوٹس ایبل ہیں اتنا ہی کہکر آگے چلیں کہ منشی رنگی رام صاحب سارجنٹ متعینہ ڈیوٹی کی دی ہوئی انفرمیشن پر ہی توجہ کیجاوے کیونکہ الحکم جیسے پاکیزہ لٹریچر کو ہم ایسے لٹریچر سے جو آریہ سماج کی گھٹی میں پڑا ہوا موجود ہوتا ہے الگ رکھنا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ ہم اس روئداد کو غالباً ۱۰ اپریل سے پہلے شروع نہیں کر سکتے اور شروع کر کے بھی مسلسل جاری رکھنے کا وعدہ نہیں کرتے ہاں کوشش کرینگے کہ ایسا التزام کیا جاوے کہ کم از کم ہر دوسرے نمبر میں اسپر لکھا جاوے جیسا کہ صحیفۃ الولا پر ریمارک کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور ایسا کرنے کے وجوہات سے ہمارے ناظرین خود آگاہ ہیں اور ہماری معذوری سے واقف۔

نصیحت بعد البیعت

---

۲۰ مارچ ۱۹۰۳ء کو جمعہ کے دن چند آدمیوں نے بیعت کی اور بعد بیعت حضرت اقدس نے انکو خطاب کر کے فرمایا

اصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کر کے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو میں جماعت کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو چاہیے کہ وہ خود بھی آپ اپنے آپ کو پاک کرے۔ یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں جسکو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور خدا تعالی سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کرے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جاوے گا + پس دعا اُسی کو فائدہ پہونچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالے کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے پیغمبر کسی کے لیے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص جسکی شفاعت کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اسکو فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔

جب تک خود خدا تعالے کی رحمت کے مقام پر کھڑا ہو تو دعا بھی اسکو فائدہ پہونچاتی ہے نرا اسباب پر بھروسہ نہ کرو کہ بیعت کر لی ہے اللہ تعالے لفظی بیعتوں کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ جیسے بیعت کے وقت توبہ کرتے ہو اس توبہ پر قائم رہو اور ہر روز نئی توجہ پیدا کرو جو اس کے استحکام کا موجب ہو۔ اللہ تعالے پناہ ڈھونڈنے والوں کو بلا

دیتا ہے جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ انکو ضائع نہیں کرتا۔

اس بات کو خوب سمجھلو کہ جب پورا خوف دامنگیر ہوا۔ اور جان کندن کی سی حالت ہوگئی اسوقت کی توبہ توبہ نہیں جب بلا نازل ہوگئی پھر اسکا رد کرنا اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ تم بلا کے نزول سے پہلے فکر کرو۔ جو بلا کے نزول سے پہلے ڈرتا ہے وہ نجات پاتے ہیں اور بار یک بیں ہوتا ہے اور بلا کے آجانے کے وقت تو کافر بھی ڈرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض گاؤں میں جہاں طاعون کی شدت ہوئی ہے ہندو دل سے مسلمانوں کو بلا کر اپنے گھروں میں اذانیں دلوائی ہیں وہی اذان جس سے پہلے انکو پرہیز تھا۔

جو مومن عرض کے لیے خدا سے نہیں ڈرتا خدا اوس سے خوف کو دور کر دیتا ہے۔ مگر جس کے دروازہ پر بلا نازل ہو جاوے تو وہ خواہ نخواہ اُس سے ڈرے گا۔

بہت دعائیں کرتے رہو تاکہ ان بلاؤں سے نجات ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔ نیکی نمونہ کے سوا بیہودہ قیل و قال فائدہ نہیں دیتی اور جیسے یہ ضروری ہے کہ ڈر کے سامانوں سے پہلے ڈرنا چاہیے یہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ ڈر کے سامان قریب ہوں تو ڈر جاؤ اور جب وہ دور چلے جاویں تو بے باک ہو جاؤ بلکہ تمہاری زندگی ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کے خوف سے بھری ہوئی ہو خواہ مصیبت کے سامان ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالےٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے مصیبت کا دروازہ کھولدیتا ہے اور جب چاہتا ہے کشایش کرتا ہے جو اسپر سچی توکل کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتا اللہ تعالےٰ ان دونوں میں ایک فرق رکھدیتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ سچی توبہ کریں اور گناہ سے بچیں جو بیعت کر کے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹا اقرار کرتا ہے اور یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے جسپر وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے اور پھر خدا کے ہاتھ پر جھوٹ بول کر کہاں جاوے؟ اور وہ **کبر مقتا عند اللہ ان تقولون ما لا تفعلون**۔ مقت خدا کے غضب کو کہتے ہیں یعنی بڑا غضب انپر ہوتا ہے جو اقرار کرتے ہیں اور پھر کرتے نہیں ایسے آدمی پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اسلیے دعائیں کرتے رہو کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا جبتک خدا نہ رکھے۔

علامات المقربین

خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے خاص نشانات اور علامات ہوتے ہیں جنسے وہ شناخت کیے جاتے ہیں۔ ہمیں سے ہم چند یہاں درج کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو خدا کے برگزیدہ بندوں کو شناخت کرنا چاہیں مفید ثابت ہوں۔

(۱) خدا تعالےٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامت ہے کہ انکو ایک خالص محبت دی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

۲۔ ان کے دلوں پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دقائق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ یار قدیم آزردہ ہو جاوے۔

۳۔ انکو خارق عادت استقامت دیجاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔

۴۔ جب کوئی انکو بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لیے غضب اُس ذات قوی کا جوان کا متولی ہوتا ہے یکدفعہ بھڑکتا ہے۔

۵۔ جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسپر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔

۶۔ اسکی دعائیں بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کسقدر قبول ہوئیں۔

۷۔ انپر اکثر ایسے اسرار غیب ظاہر کیے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں اُنپر کھولی جاتی ہیں اگرچہ اور مومنوں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اول پر ہوتے ہیں۔

۸۔ خدا تعالےٰ خاص طور پر ان کا متولی ہو جاتا ہے اور جسطرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اُس سے بھی زیادہ نگاہ رحمت اُنپر رکھتا ہے۔

۹۔ جب اُنپر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اسوقت دو طوروں میں سے ایک طور کا ان سے معاملہ کرتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔

۱۰۔ ان کی اخلاقی حالت ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خود پسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگ دلی سب دور کی جاتی ہے اور انشراح صدر اور بشاشت عطا کی جاتی ہے۔

۱۱۔ ان کا توکل اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور اسکے ثمرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

۱۲۔ ان کو اعمال صالحہ کے بجالانے کی قوت دی جاتی ہے جو دوسرے ان میں کمزور ہوتے ہیں۔

۱۳۔ ان میں ہمدردی خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش ان میں خلق اللہ کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے۔

۱۴۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے۔ اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے اور انکی روح کو خدا تعالےٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جسکو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے حضرت احدیت میں انکا مرتبہ ہوتا ہے جسکو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جسکی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہونچکر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اٹھا کر پھر تاج عزت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور تنہا ہو کر پھر ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی راز وفاداری کا ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اُسکو ڈھیلا کر سکتا ہے السلام علیہم من اللہ و ملائکتہ و من الصلحاء اجمعین۔

۱۵- پندرہویں علامت اُن کی علم قرآن کریم ہے قرآن کریم کے حقائق و لطائف اور معارف جس قدر ان لوگوں کو دیے جاتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دیے جاتے۔ یہ لوگ وہی مطہرون ہیں جن کے حق میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے **لا یمسه الا المطهرون**

۱۶- ان کی تقریروں و تحریروں میں اللہ جل شانہ ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں و تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔

۱۷- ان میں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے چہروں پر عشق الٰہی کا ایک نور ہوتا ہے جو شخص اُسکو دیکھ لے اُس پر نار جہنم حرام ہو جاتی ہے ان سے ذنب اور خطا بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ان کے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب خطا کو بھسم کر دیتی ہے اور ان کی خطا ٹھہرنے والی چیز نہیں بلکہ اُس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے سو ان کا نکتہ چیں ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۸- خدا تعالیٰ انکو ضائع نہیں کرتا۔ اور ذلت اور خواری کی مار ان پر مارتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے عزیز اور اسکے ہاتھ کے پودے ہیں انکو اسلیے بلندی سے نہیں گراتا کہ تا ہلاک کرے بلکہ اسلیے گراتا ہے کہ تا انکا خارق عادت طور پر بچ جانا دکھاوے انکو اس لیے آگ میں نہیں گراتا کہ انکو جلا کر خاکستر کر دے۔ بلکہ اس لیے دھکا دیتا ہے کہ تا آگ دیکھ لیویں کہ پہلے مخفی مگر اب کیسا خوش نما گلزار ہے۔

۱۹- انکو موت نہیں دیتا جبتک وہ کام پورا نہ ہو جاوے جس کے لیے وہ بھیجے گئے ہیں اور جب تک پاک دلوں میں انکی قبولیت نہ پھیل جاوے تب تک البتہ سفر آخرت انکو پیش نہیں آتا۔

۲۰- ان کے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک انکی اولاد اور ان کے دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے اور انکا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

یہ آثار اولیاء الرحمن کے ہیں اور ہر ایک قسم ان میں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کی طرح جلوہ دکھاتی ہے۔ مگر اس کا ظاہر کرنا خدا تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے۔

ایک جامع درس

نو مارچ ۱۹۰۳ء کے دربار شام میں حضرت **حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** نے ایک جامع تقریر فرمائی ہمکو افسوس ہے کہ اُس روز ہم ایک مصروفیت کی وجہ سے موجود نہ تھے اس لیے اس تقریر کو خود قلم بند نہیں کر سکے تاہم ہمارے ایک عزیز نے اس کے کچھ نوٹ لیے تھے جنکو مرتب کر کے ناظرین کے فائدہ کے لیے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر عمل کرنے کے لیے اسے ہی پیش کر دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

چند احباب بتقریب نماز عید اضحی دار الامان میں تشریف لائے اور انھوں نے بیعت کی۔ حضرت اقدس امام پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔

فرمایا دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں اُنکو چند کلمات بطور نصیحت کے کہتا ہوں چاہیے کہ اسے پوری توجہ سے سُنیں۔ آپ لوگوں کی یہ بیعت بیعت توبہ ہے۔ توبہ دو طرح سے ہوتی ہے ایک تو گذشتہ گناہوں سے یعنی اُنکی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے اُنکی تلافی کرے اور حتی الوسع اُن بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آیندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ توبہ صدق دل اور خلوص نیت سے ہو اور کوئی پوشیدہ دغا بازی دل کے کسی کونہ میں پوشیدہ نہ ہو۔ وہ دلوں کے پوشیدہ اور مخفی رازوں کو جانتا ہے وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ پس چاہیے کہ اُسکو دھوکا دینے کی کوشش نہ کی جاوے اور صدق سے نہ نفاق سے اُسکے حضور توبہ کی جاوے + توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بیفائدہ چیز نہیں ہے۔ اور اسکا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں۔ اور اسکو اس جہان میں اور آنے والے جہان میں دونوں میں آرام اور سچی خوشحالی نصیب ہوتی ہے دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنة و قنا عذاب النار** + اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی آرام و آسایش کے سامان عطا فرما۔ اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دیکھو درحقیقت ربنا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ ربنا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربوں کو جو اُسنے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس رب کی طرف آیا ہے۔ اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ رب کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے اپنے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغا بازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اسکے رب ہیں۔ اگر اُسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اُسکے رب ہیں۔ اگر اُسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اُسکا رب ہے۔ غرض اسطرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک اُن سبکو ترک کر کے اُن سے بیزار ہو کے اس واحد لا شریک سچے اور حقیقی رب کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور ربنا کی پُر درد اور دلکو پگھلانے والی آوازوں سے اُسکے آستانہ پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی رب کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جان گدازی سے اُسکے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اُسے مخاطب کرتا ہے کہ ربنا یعنی اصلی اور حقیقی رب تو تو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے اب میں نے اُن جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔ غرض بجز اس کے خدا کو اپنا رب بنانا مشکل ہے جب تک انسان کے دل سے دوسرے رب

اور اُن کی قدر و منزلت وعظمت دل و دماغ سے نکل نہ جاوے تب تک حقیقی رب اور اُسکی ربوبیت کا ٹھیکہ نہیں اُٹھاتا۔ بعض لوگوں نے جھوٹ ہی کو اپنا رب بنا یا ہوا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارا جھوٹ کے بدون گزارہ ہی مشکل ہے۔ بعض چوری و رہزنی اور فریب دہی ہی کو اپنا رب بنا ہوئے ہیں انکا اعتقاد ہے کہ اس راہ کے سوا ان کیواسطے کوئی رزق کا راہ ہی نہیں۔ سو ان کے ارباب وہ چیزیں ہیں۔ دیکھو ایک چور جس کے پاس سارے نقب زنی کے ہتھیار موجود ہیں اور رات کا موقعہ بھی اُس کے مفید مطلب ہو اور کوئی چوکیدار وغیرہ بھی نہیں جاگتا ہے تو ایسی حالت میں وہ چوری کے سوا کسی اور راہ کو بھی جانتا ہے جس سے اُس کا رزق آسکتا ہے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کو ہی اپنا معبود جانتا ہے۔ غرض ایسے لوگ جنکو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے اُن کو خدا سے استعانت اور دعا کرنے کی کیا حاجت۔ دعا کی حاجت تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اس در کے نہ ہو اسی کے دلسے دعا نکلتی ہے۔ غرض ربنا اتنا فی الدنیا۔ الخ۔ ایسی دعا کرنا صرف اُنھیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا رب جان چکے ہیں۔ اور اُن کو یقین ہے کہ انکے رب کے سامنے اور سارے ارباب باطلہ ہیچ ہیں۔

آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی جو شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہیں۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود ہے۔ طرح طرح کے عذاب۔ خوف۔ خون۔ فقر و فاقے۔ امراض۔ ناکامیاں۔ ذلت و ادبار کے اندیشے ہزاروں قسم کے دکھ۔ اولاد۔ بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں اُلجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنیوالے ہیں اور انسان کے لیے بمنزلہ آگ ہیں بچائے رکھ۔

سچی توبہ ایک مشکل امر ہے۔ بجز خدا کی توفیق اور مدد کے توبہ کرنا اور اُس پر قائم ہو جانا محال ہے۔ توبہ صرف لفظوں اور باتوں کا نام نہیں۔ دیکھو خدا قلیل سی چیز سے خوش نہیں ہو جاتا کوئی ذرا سا کام کر کے خیال کر لینا کہ بس اب ہم نے جو کرنا تھا کر لیا اور رضا کے مقام تک پہونچ گئے یہ صرف ایک خیال اور وہم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ کو ایک دانہ دیکر یا ہی کی مٹھی لیکر خوش نہیں کر سکتے بلکہ اُسکے غضب کے مورد بنتے ہیں تو کیا وہ احکم الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ ہماری ذرا سی ناکارہ حرکت سے یا دو لفظوں سے خوش ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا وہ مغز چاہتا ہے۔

دیکھو خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ اُسکے ساتھ کسیکو شریک کیا جاوے۔ بعض لوگ اپنے شرکا نفسانی کے واسطے بہت سا حصہ رکھ لیتے ہیں اور پھر خدا کا بھی حصہ مقرر کرتے ہیں سو ایسے حصہ کو خدا قبول نہیں کرتا۔ وہ خالص حصہ چاہتا ہے۔ اُسکی ذات کے ساتھ کسیکو شریک بنانے سے زیادہ اُسکو غضبناک کرنیکا اور کوئی آلہ نہیں ہے ایسا نہ کرو کہ کچھ تو تم میں تمہارے نفسانی شرکا کا حصہ ہو اور کچھ خدا کے واسطے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں سب گناہ معاف کروں گا مگر شرک نہیں معاف کیا جاوے گا۔

یاد رکھو شرک یہی نہیں کہ بتوں اور پتھروں کی تراشی ہوئی مورتوں کی پوجا کی جاوے یہ تو ایک موٹی بات ہے یہ بڑے بیوقوفوں کا کام ہے دانا آدمی کو تو اس سے شرم آتی ہے۔ شرک بڑا باریک ہے وہ شرک جو اکثر ہلاک کرتا ہے وہ شرک فی الاسباب ہے۔ یعنی اسباب پر اتنا بھروسہ کرنا کہ گویا وہی اس کے مطلوب و مقصود ہیں جو شخص دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے اُسکی بھی یہی وجہ ہے کہ اُسکو دنیا کی چیزوں پر بھروسہ ہوتا ہے اور وہ اُمید ہوتی ہے جو دین و ایمان سے نہیں۔ نقد فائدہ کو پسند کرتے ہیں۔ اور آخرت سے محروم۔ جب وہ اسباب پر ہی اپنی ساری کامیابیوں کا مدار خیال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کے وجود کو تو اُسوقت وہ لغو محض اور بیفائدہ جانتا ہے۔ اور تم ایسا نہ کرو۔ تم توکل اختیار کرو۔ توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کیے ہوئے ہیں اُنکو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ خدا تو ہی اسکا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں اُن کے دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہونچا۔

توبہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا۔ بدی چھوڑ کر نیکی کی طرف آگے قدم بڑھانا۔ توبہ ایک موت کو چاہتی ہے جس کے بعد انسان زندہ کیا جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا۔ توبہ کے بعد انسان ایسا بنجاوے کہ گویا نئی زندگی پاکر دنیا میں آیا ہے نہ اُسکی وہ چال ہو نہ اُسکی وہ زبان نہ ہاتھ نہ پاؤں سارے کا سارا نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت کام کرتا ہوا نظر آجاوے۔ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سرچشمہ ہے۔ درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر اُس پر مضبوط ہو جاتے ہیں وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں کامل توبہ کرنے والا شخص ہی ولی قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت سے وہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔ اس کے بعد بلائیں اور مصائب جو انسان کے واسطے مقدر ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں۔ اس سے یہ خیال نہ آوے کہ پھر انبیا اور نیک مومنوں کو کیوں تکلیفیں آتی ہیں۔ ان لوگوں پر بھی بلائیں آتی ہیں اور ان کے واسطے آثار رحمت ہوتا ہے دیکھو ہمارے نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مصائب آئی تھیں۔ اُن کا گننا بھی کسی بڑے زبردست دل کا کام ہے اُن کے نام سے ہی انسان کے بدن پر لرزہ آتا ہے۔ پھر جو کچھ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں سے ہوئے اُنکی بھی تاریخ گواہ ہے۔ کیا کوئی ایسی بھی تکلیف تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو پہونچائی نہ گئی ہو۔ جسطرح اُنکی ایذا دہی میں کفار نے کوئی دقیقہ باقی اُٹھا نہ رکھا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اُنکے کمالات میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ اصل میں ان لوگوں کے واسطے یہ مصائب اور سختیاں تریاق ہو جایا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے خدا کی رحمت کے خزانے انہیں سختیوں ہی کی وجہ سے کھولے جاتے ہیں۔ ؎

محمد جان

تو پھر اُن کا کیا حق تھا کہ وہ شہدا میں درجہ پاتے یا کسی طرح کے آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا اُن کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا اور اُن کے واسطے یہی کافی تھا۔ نہیں اس سے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا تھا اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض اُن کی اپنی تو ایسی بظاہر کوئی کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجات اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے مگر چونکہ اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کا تعلق تھا اللہ تعالےٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے سو اُن کے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دیے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے ایک ذرا سی تکلیف اور اجر عظیم مل گیا۔ شیعہ کیا بیوقوف ہیں اس حکمت الٰہی کی طرف تو غور نہیں کرتے اور اُلٹا روتے ہیں کہ اُن کو شہید کر دیا۔

پس تم مومن ہو نیکی حالت میں ابتلا کو بُرا نہ جانو اور بُرا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ **ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم کبھی تمکو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتیوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کرینگے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں تو اُن لوگوں کو بشارت دو کہ اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کشادہ اور اُن پر خدا کی برکتیں ہونگی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں **انا للہ وانا الیہ راجعون** یعنی ہم اور ہمارے متعلق کل اشیا یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور پھر آخر کار ان کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے کسی قسم کے نقصان کا غم اُن کے دل کو نہیں کھاتا اور وہ لوگ مقام رضا میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں۔ **شہیدوں** سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے منشا کو پا لیا اور اس کے مطابق عملدرآمد کرنے لگ گئے ایسے ہی لوگ تو ولی ہوتے ہیں۔ انہیں کو تو لوگ قطب کہتے ہیں۔ یہی تو غوث کہلاتے ہیں۔ پس کوشش کرو کہ تم بھی ان مدارج عالیہ کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکو خدا تعالےٰ نے تو انسان سے نہایت تنزل کے رنگ میں دوستانہ برتاؤ کیا ہے۔

دوستانہ تعلق کیا ہوتا ہے یہی کہ کبھی ایک دوست دوسرے دوست کی بات کو مان لیتا ہے اور کبھی دوسرے سے اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ بھی ایسا ہی کرتا ہے چنانچہ **ادعونی استجب لکم**۔ اور **اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی بات کو مان لیتا ہے اور اسکی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور دوسری جگہ **فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی** الآیہ سے اور **ولنبلونکم** آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ بعض لوگ اللہ تعالےٰ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہماری دعا کو قبول نہیں کرتا۔ یا اولیا لوگوں پر طعن کرتے ہیں کہ اُنکی فلاں دعا قبول نہیں ہوئی۔ اصل میں وہ نادان اس قانون الٰہی سے ناآشنا محض ہوتے ہیں۔ جس انسان کو خدا سے ایسا معاملہ پڑا ہوگا وہ خوب اس قاعدہ سے آگاہ ہوگا اللہ تعالےٰ نے مان لینے کے اور منوانے کے دو نمونے پیش کیے ہیں انہی کو مان لینا ایمان ہے۔ تم ایسے نہ ہو کہ ایک ہی پہلو پر زور دو ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی مخالفت کرکے اُس کے مقررہ قانون کو توڑنے کی کوشش کرنے والے ہو۔ مومن کے لیے مصائب ہمیشہ نہیں رہتے اور نہ لمبے ہوتے ہیں۔ بلکہ اُس کے واسطے رحمت محبت اور لذت کا چشمہ جاری کیا جاتا ہے عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقتوں اور اُس کے دردوں میں ہی لذت پاتے ہیں۔ یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لیے سمجھانی مشکل ہیں مگر جنہوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ اُنکو خوب جانتے ہیں۔ بلکہ اُن کو تو معمولی آرام اور آسایش میں وہ چین اور لذت نہیں ہوتی جو دُکھ کے اوقات میں ہوتی ہے۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت ہے کہ ایک مرض ایسا ہے کہ اسمیں جبتک انکو مارتے کوٹتے اور لتاڑتے رہتے ہیں تب تک وہ آرام میں رہتا ہے ورنہ تکلیف میں رہتا ہے سو یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ کہ جبتک انکو مصائب و شدائد کے مشکلات آتے رہیں اور اُنکو مار پڑتی رہے تب تک وہ خوش رہتے اور لذت اُٹھاتے ہیں۔ ورنہ بے چین اور بے آرام رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں اُنکی زندگی بسر کرواتا۔ اُنکی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی۔ ہر وقت اُن کے لیے عیش و طرب کے سامان مہیا کیے جاتے مگر اُس نے ایسا نہیں کیا اس میں بڑے اسرار اور راز نہانی ہوتے ہیں دیکھو ایک والدین کو اپنی لڑکی کیسی پیاری ہوتی ہے بلکہ اکثر لڑکوں کی نسبت زیادہ پیاری ہوتی ہیں مگر ایک وقت آتا ہے کہ والدین اُن کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اُس وقت کو دیکھا بڑے جگر والوں کا کام ہوتا ہے۔ دونوں طرف کی حالت ہی بڑی قابل رحم ہوتی ہے۔ قریباً چودہ پندرہ سال ایک جگہ رہے ہوئے ہوتے ہیں آخر اُن کی جدائی کا وقت نہایت ہی رقت کا وقت ہوتا ہے اُس جدائی کو بھی کوئی نادان بیرحمی کہدے تو بجا ہے مگر اُس لڑکی میں بعض ایسے قویٰ ہوتے ہیں جن کا اظہار اس علحدگی اور سسرال میں جاکر شوہر سے معاشرت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو طرفین کے لیے موجب برکت اور رحمت ہوتا ہے یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ ان لوگوں میں بعض خلق ایسے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک اُن پر تکالیف اور شدائد نہ آویں اُن کا اظہار ناممکن ہوتا ہے۔

دیکھو اب ہم لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بیان کرنے میں بڑے فخر اور جرأت سے کام لیتے ہیں یہ بھی تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دونوں زمانے آ چکے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہم یہ فضیلت کس طرح بیان کرتے۔ دُکھ کے زمانہ کو بُری نظر سے نہ دیکھو یہ خدا سے لذت کو اور اسکو قرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

اُسی لذت کے حاصل کرنے کے واسطے جو خدا کے مقبولوں کو ملا کرتی ہے دنیوی اور سفلی کل لذات کو طلاق دینی پڑا کرتی ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

ایسے وقت میں انسان کو چاہیے کہ صبر جمیل کرے اور خدا سے بدظن نہ ہو۔ وہ لوگ تو خدا کے اسلام کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور ابتلا میں لذت پاتے ہیں۔ قرب کے مراتب جس طرح جلد ابتلا کے وقت میں طے ہوتے ہیں وہ یوں زہد و تعبد یا ریاضت سے تو سالہا سال میں بھی تمام نہیں کیے جاتے۔ ان لوگوں میں سے جو خدا کے قرب کا نمونہ بنے اور خلق کی ہدایت کا تحفہ ان کو دیا گیا یا وہ خدا کے محبوب ہوئے ایک بھی نہیں جس پر کبھی نہ کبھی مصائب اور شدائد کے پہاڑ نہ گرے ہوں۔ ان لوگوں کی مثال مشک کے نافہ کی سی ہوتی ہے وہ جب تک بند ہے ہمیں اور ایک پتھر یا مٹی کے ڈھیلے میں کچھ تفاوت نہیں پایا جاتا۔ مگر جب اس پر سختی سے جراحی کا عمل کیا جاوے اور اس کو چھری یا چاقو سے چیرا جاوے تو معاً اس میں سے ایک خوش کن خوشبو نکلتی ہے جس سے مکان کا مکان معطر ہو جاتا ہے اور قریب آنے والا بھی معطر کیا جاتا ہے سو یہی حال ہے انبیا اور صادق مومنوں کا کہ جب تک ان کو مصائب نہ پہونچیں تب تک ان کے اندرونی قویٰ چھپے رہتے ہیں اور ان کی ترقیات کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے قویٰ دو قسم کے موقعوں پر اظہار پذیر ہوتے ہیں۔ بعض تو مصائب شدائد اور دکھوں کے زمانہ میں۔ اور بعض ان کی کامیابی کے زمانہ میں کیونکہ یکطرفہ کارروائی قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ ایک شخص جس نے بچپن سے خوشحالی آمد آرام اور آرایش کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں اس کے قویٰ کا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اور دوسرا جو بچپن سے غربت کی مار بدحالی میں مبتلا رہا ہے اس کے قویٰ کا بھی پورا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کسی شخص کے اخلاق فاضلہ اور اس کے خلق کے متعلق اس کے حالات کا اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اس پر انعام و ابتلا ہر دو طرح کے زمانے آ چکے ہوں۔ سو اس امر کے دیکھنے کے لیے بھی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سی اور کوئی مثال نہیں کیونکہ باقی انبیا میں سے اکثر ایسے تھے کہ انھوں نے نہایت کار ایک زمانہ دیکھا دوسرے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰ ہیں ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ اور پاک نبی تھے۔ خدا کے نزدیک ان کے بڑے مدارج ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں رکھ کر اگر ان کو اسی کسوٹی پر پرکھا جاوے تو ان کے اخلاق بہت گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے اقتدار اور ثروت کا زمانہ نہ پایا اور نہ اس کے متعلق ان کے اخلاق کا اظہار ہوا۔ ہمیں تو قرآن شریف مجبور کرتا ہے ورنہ ہم اگر ان کے حالات کے لحاظ سے اور ان کی عام سوانح کی وجہ سے دیکھیں تو وہ تو ایک کامل انسان کے مرتبہ سے بھی گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کجا یہ کہ عیسائی ان کو خدائے قدوس کا مرتبہ دے بیٹھے ہیں۔ بھلا ان کا صبر ان کی داد و دہش ان کی جود و سخا کا کونسا نمونہ دنیا میں باقی رہا ہے۔ ان کی شجاعت کے اظہار کا کونسا موقعہ تھا۔ کس جنگ میں انہوں نے اس امر کا ثبوت دیا۔

ان کی بعثت کا زمانہ صرف تین سال تھا اور وہ بھی مصائب کا زمانہ۔ مقابلہ پر صرف ایک اپنی ہی قوم تھی جو معدودے چند سے زیادہ ہرگز نہ تھی ان کا پیش کردہ امر بھی ان کے لیے کوئی نرالا نہ تھا جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو۔ قوم پہلے ہی توحید پسند تھی ان کے اخلاق اور ان کے عقائد کا بہت سا حصہ نسبتاً اچھا تھا۔ ان میں خدا ترس گوشہ نشین وغیرہ بھی تھے۔ غرض ان کا کام نہایت سہل اور آسان تھا۔ ادھر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ آپ کی نبوت کے زمانہ میں سے ۱۳ سال مصائب اور شدائد کے تھے۔ اور دس سال قوت و ثروت اور حکومت کے مقابل میں کئی قومیں۔ اول تو اپنی ہی قوم تھی۔ یہودی تھے۔ عیسائی تھے۔ بت پرست قوموں کا گروہ تھا۔ مجوس تھے وغیرہ جن کا کام کیا ہی؟ بت پرستی۔ جو ان کا حقیقی خدا کے اعتقاد سے پختہ اعتقاد اور مسلک تھا وہ کوئی کام کرتے ہی نہ تھے جو ان بتوں کی عظمت کے خلاف ہو۔ شراب خوری کی یہ نوبت کہ دن میں پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ شراب بلکہ پانی کے بجائے شراب ہی سے کام لیا جاتا تھا۔ حرام کو تو شیر مادر جانتے تھے۔ اور قتل وغیرہ تو ان کے نزدیک ایک گاجر مولی کی طرح تھا۔ غرض کل دنیا کی اقوام کا نچوڑ اور گندے عقائد کا عطر ان کے حصہ میں آیا ہوا تھا۔ اس قوم کی اصلاح کرنی اور پھر ان کو درست کرنا اور پھر اس پر زمانہ وہ کہ یکہ و تنہا ہے یا پھرتے ہیں۔ کبھی کھانے کو ملا اور کبھی بھوکے ہی سو رہے۔ جو چند ایک ہمراہی ہیں ان کی بھی ہر روز بری گت بنتی ہے۔ بے کس اور بے بس ادھر کے ادھر اور ادھر کے ادھر مارے پھرتے ہیں وطن سے بے وطن کر دیے گئے ہیں۔ پھر دوسرا زمانہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلام بنا ہوا ہے۔ کوئی مخالفت کے رنگ میں چوں بھی نہیں کر سکتا۔ اور ایسا اقتدار اور رعب خدا نے دیا ہوا ہے کہ اگر چاہتے تو کل عرب کو قتل ڈالتے اگر ایک نفسانی انسان ہوتے تو ان سے ان کی کرتوتوں کا بدلا لینے کا عمدہ موقعہ تھا جب مکہ فتح کیا ...... لا تثریب علیکم الیوم فرمایا۔

غرض اس طرح سے جو دونوں زمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آئے اور دونوں کے واسطے ایک کافی موقعہ تھا کہ اچھی طرح جانچے پرکھے جاتے۔ اور ایک جوش یا فوری ولولہ کی حالت نہ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر طرح کے اخلاق فاضلہ کا پورا پورا امتحان ہو چکا تھا اور آپ کے صبر استقلال۔ عفت۔ حلم۔ بردباری۔ شجاعت سخاوت۔ جود۔ وغیرہ وغیرہ غرض کل اخلاق کا اظہار ہو چکا تھا۔ اور کوئی ایسا حصہ باقی نہ تھا کہ باقی رہ گیا ہو۔

غرض ایسے ایسے مصائب ہیں جو ان کے لیے رحمت ہے اور ان سے ان لوگوں کے اندرونی گُن ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ اور سید سید کر کے پکارے جاتے تھے انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا تھا ان کو ایسے زمانے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا کہ وہ ان صحابہ کے مراتب کو پہونچ سکتے۔ ان کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گذری تھی۔ نہ انھوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا نہ کسی کفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو ان کو شہید کیا کیا ان پر ظلم کیا؟ ہرگز نہیں۔ انھوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور انھوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جب صحابہ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے

خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دکھ سہنے جاویں - اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے بکلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اُسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی - پھر اُسکے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم والم میں گذرا ہے - توبہ کے درخت بولو تا تم اُس کے پھل کھاؤ - توبہ کا درخت بھی بالکل ایک باغ کے درخت کی مانند ہے - جو جو حفاظتیں اور خدمات اس باغ کے لیے جسمانی طور سے ہیں وہی اس توبہ کے درخت کے واسطے روحانی طور پر ہیں - پس اگر توبہ کے درخت کا پھل کھانا چاہو تو اس کے متعلق قواعد اور شرائط کو پورا کرو ورنہ بیفائدہ ہوگا +

یہ خیال نہ کرو کہ توبہ کرنا مرنا ہوتا ہے خدا قلیل شے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ دھوکا کھاتا ہے - دیکھو اگر تم بھوک کو دور کرنے کے لیے ایک لقمہ کھانے کا کھاؤ یا پیاس کے دور کرنے کے لیے ایک قطرہ پانی کا پیو تو ہرگز تمھاری مقصد برآری نہ ہوگی - ایک مرض کے رفع کرنے کے واسطے ایک طبیب جو نسخہ تجویز کرتا ہے جبتک اُسکے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جاوے تب تک اُسکے فائدہ کی اُمید امر موہوم ہے اور پھر طبیب پر بھی الزام غلطی لگاتی ہے - اسی طرح توبہ کے واسطے مقدار ہے اور اُسکے بھی پرہیز ہیں - بدپرہیز بیمار صحت یاب نہیں ہوسکتا + اب طاعون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھی مخاطب کرکے فرمایا کہ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار -

دیکھو خدا تو سب کا خدا ہے - مگر اُسکے تعلقات خاص خاص کے ساتھ خاص خاص ہیں جتنی جتنی کوئی اُس سے صلح کرتا ہے اُتنا ہی وہ اُسکی حفاظت کرتا ہے - تم میں ہر ہر ایک کو بھی آواز آسکتی ہے جیسے مجھے آئی اگر تم سچی تبدیلی اور اُس سے صلح پیدا کرو - خدا بخیل نہیں - مگر ہاں اُسنے ایک اندازہ رکھا ہوا ہے جبتک اُس تک انسان نہ پہونچے تو وہ کامل نہیں ہوتا اور نہ اُسپر وہ فیض جاری کیا جاتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی کو اگر پوری مقدار شراب کی نہ دی جاوے تب تک وہ بیہوش نہیں ہوسکتا - اسی طرح جب اُس انتہائی درجہ محبت تک ترقی نہ کیجاوے تب تک لا حاصل ہوتا ہے - قانون قدرت جس طرح جسمانی چیزوں کے واسطے ہیں - ایسے ہی روحانی امور کے واسطے بھی ہیں -

دیکھو ابوالحسن خرقانی - بایزید بسطامی یا شیخ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا کے مقرب تھے اور انھوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کہ کوئی نئی شریعت بنا کر - جیسا کہ آج کل کے گدی نشین کرتے ہیں + یہی نماز تھی اور یہی روزے تھے - مگر انھوں نے اسکی حقیقت اور اصل غرض کو سمجھا ہوا تھا - بات یہ تھی کہ اُنھوں نے نیکی کی مگر سنوار کر اُنھوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے - سو خدا نے اُن کے صدق و سداد کو ضائع نہ کیا - خدا کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھتا - وہ ایک پیسہ کے بدلے میں جب تک ہزار نہ دیلے تب تک نہیں چھوڑتا - پس جب کسی انسان میں وہ برکات اور نشانات نہیں ہیں اور وہ خدا کی محبت یا تقوے کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے - مگر خدا پر الزام نہیں لگاتا بلکہ اپنا گند ظاہر کرتا ہے - خدا کی جناب میں بخل ہرگز نہیں - پس کوشش کرو کہ اسکی رضا کے موافق عمل درآمد کر سکو + اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا سے صلح کرنے والے اور اُسکی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو وہ رحمت ہے تمھارے واسطے - کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کرے - اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے بھسم کرنیوالی ہے اور تم پر غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے - فقط

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ مغربی دنیا میں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا دائرہ یوماً فیوماً وسیع ہورہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس **وعدہ** کے موافق (جو اُس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا) کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا - دور دور جگہوں میں بشدت پہونچ رہی ہے + چنانچہ اس وقت آپ کی بعثت کی خبر قریباً تمام بلاد اسلامیہ اور یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا تک پہونچ چکی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اس امام الوریٰ کو اپنا روحانی رہنما تسلیم کر لیں گے + ہندوستان کے باہر جو آپ کی تبلیغ ہوئی ہے انہیں سے آج ہم صرف تین واقعات کا ذکر کرتے ہیں -

اول

انگلستان کے ایک مشہور اخبار سنڈے سرکل مورخہ ۱۴ / فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲۴ پر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ شائع کیا گیا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں سنڈے سرکل نے حضرت حجۃ اللہ کو انگلستان کی دنیا میں انٹروڈیوس کرانے کے لیے آپ کی تصویر بھی شائع کر دی ہے + غالباً یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنڈے سرکل کو اس نوٹ کے لکھنے کی تحریک اس کھلی چٹھی سے ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود نے انگلستان اور بلاد یورپ و امریکہ میں مسٹر پگٹ کے نام شائع کی ہے اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا مفتری پگٹ خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کی زندگی میں فوت ہوجاوے گا - اس عجیب اور حیرت افزا دعوت نے انگلستان اور یورپ کی دنیا کو بیدار کر دیا ہے - چنانچہ اسی تحریک پر مندرجہ بالا اخبار یہ ریمارک کرتا ہے -

تازہ ترین مسیح
ایورنڈ - جے - ایچ - ایس - پگٹ کا ہندوستانی حریف

لاریب للیکیشن کے گرجہ کے پاسٹر ملونڈ - جے - ایچ سمتھ پگٹ کے عیسی مسیح ہونے کے تعجب خیز دعاوی کا جوش ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں میں تازہ ہے اسلیے وہ دلچسپی سے اس خبر کو سُنیں گے کہ اقصاء مشرق میں ہند کے صوبہ پنجاب میں کلیٹس کے پاسٹر کا ایک حریف کھڑا ہوگیا ہے - اس جدید مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے جو قادیان کا رئیس ہے -

اس مذہبی جوش رکھنے والے انسان نے یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لیے ایک اعلان شائع کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے -

"الوہیت کے مدعی مسٹر پگٹ کو تنبیہ"

خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دُکھ سہنے جاویں۔ اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے کلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اُسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر اُسکے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم والم میں گذرا ہے۔ توبہ کے درخت بولو تا تم اس کے پھل کھاؤ۔ توبہ کا درخت بھی بالکل ایک باغ کے درخت کی مانند ہے۔ جو جو حفاظتیں اور خدمات اُس باغ کے لیے جسمانی طور سے ہیں وہی اس توبہ کے درخت کے واسطے روحانی طور پر ہیں۔ پس اگر توبہ کے درخت کا پھل کھانا چاہو تو اس کے متعلق قوانین اور شرائط کو پورا کرو ورنہ بیفائدہ ہوگا +

یہ خیال نہ کرو کہ توبہ کرنا مرنا ہوتا ہے خدا قلیل شے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ دھوکا کھاتا ہے۔ دیکھو اگر تم بھوک کو دور کرنے کے لیے ایک لقمہ کھانے کا کھاؤ یا پیاس کے دور کرنے کے لیے ایک قطرہ پانی کا پیو تو ہرگز تمھاری مقصد برآری نہ ہوگی۔ ایک مرض کے رفع کرنے کے واسطے ایک طبیب جو نسخہ تجویز کرتا ہے جبتک اُسکے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جاوے تب تک اُسکے فائدہ کی اُمید امر موہوم ہے اور پھر طبیب پر بھی الزام غلطی اپنی ہی ہے۔ اسی طرح توبہ کے واسطے مقدار ہے اور اُسکے بھی پرہیز ہیں۔ بے پرہیز بیمار صحت یاب نہیں ہو سکتا + اب طاعون کے متعلق اللہ تعالےٰ نے مجھی مخاطب کر کے فرمایا کہ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار۔

دیکھو خدا تو سب کا خدا ہے۔ مگر اُسکے تعلقات خاص خاص کے ساتھ خاص خاص ہیں جتنی جتنی کوئی اُس سے صلح کرتا ہے اُتنا ہی وہ اُسکی حفاظت کرتا ہے۔ تم میں ہر ایک کو بھی آواز آسکتی ہے جیسے مجھے آئی اگر تم سچی تبدیلی اور اُس سے صلح پیدا کرو۔ خدا بخیل نہیں۔ مگر ہاں اُسنے ایک اندازہ رکھا ہوا ہے جبتک اُس تک انسان نہ پہونچے تو وہ کامل نہیں ہوتا اور نہ اُس پر وہ فیض جاری کیا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی کو اگر پوری مقدار شراب کی نہ دی جاوے تب تک وہ بیہوش نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب اُس انتہائی درجہ محبت تک ترقی نہ کیجاوے تب تک لا حاصل ہوتا ہے قانون قدرت جس طرح جسمانی چیزوں کے واسطے ہیں۔ ایسے ہی روحانی امور کے واسطے بھی ہیں۔

دیکھو ابوالحسن خرقانی۔ بایزید بسطامی یا شیخ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا کے مقرب تھے اور اُنھوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کہ کوئی نئی شریعت بنا کر۔ جیسا کہ آج کل کے گدی نشین کرتے ہیں + یہی نماز تھی اور یہی روزے تھے۔ مگر اُنھوں نے اسکی حقیقت اور اصل غرض کو سمجھا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ اُنھوں نے نیکی کی مگر سنوار کر اُنھوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے۔ سو خدا نے اُنکے صدق وسداد کو ضائع نہ کیا۔ خدا کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھتا۔ وہ ایک پیسہ کے بدلے میں جب تک ہزار نہ دیلے تب تک نہیں چھوڑتا۔ پس جب کسی انسان میں وہ برکات اور نشانات نہیں ہیں اور وہ خدا کی محبت یا تقوے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ مگر خدا پر الزام نہیں لگاتا بلکہ اپنا گند ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی جناب میں بخل ہرگز نہیں۔ پس کوشش کرو کہ اُسکی رضا کے موافق عمل درآمد کر سکو + اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا سے صلح کرنے والے اور اُسکی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو وہ رحمت ہے تمھارے واسطے۔ کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کر دے۔ اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے جو بھسم کرنے والی ہے اور قہر اور غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے۔ فقط

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ مغربی دنیا میں۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا دائرہ یومًا فیومًا وسیع ہو رہا ہے اور اللہ تعالےٰ کے اس **وعدہ** کے موافق (جو اُس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا) کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ دور دور جگہوں میں بشدت پہنچ رہی ہے + چنانچہ اس وقت آپ کی بعثت کی خبر قریبًا تمام بلاد اسلامیہ اور یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا تک پہونچ چکی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اس امام الوریٰ کو اپنا روحانی رہنما تسلیم کرلیں گے + ہندوستان کے باہر جو آپ کی تبلیغ ہوئی ہے اسمیں سے آج ہم صرف تین واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

اول

انگلستان کے ایک مشہور اخبار سنڈے سرکل مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲۴ پر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ شائع کیا گیا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ سنڈے سرکل نے حضرت حجۃ اللہ کو انگلستان کی دنیا میں انٹروڈیوس کرانے کے لیے آپ کی تصویر بھی شائع کر دی ہے + غالبًا یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنڈے سرکل کو اس نوٹ کے لکھنے کی تحریک اس کھلی چٹھی سے ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود نے انگلستان اور بلاد یورپ و امریکہ میں مسٹر پگٹ کے نام شائع کی ہے اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا مفتری پگٹ خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کی زندگی میں فوت ہو جاوے گا۔ اس عجیب اور حیرت افزا دعوے نے انگلستان اور یورپ کی دنیا کو بیدار کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی تحریک پر مندرجہ بالا اخبار یہ ریمارک کرتا ہے۔

تازہ ترین مسیح
ایورنڈ۔ جے۔ ایچ۔ ایس۔ پگٹ کا ہندوستانی حریف

لاریب للیکپٹن کے گرجہ کے پاسٹر ملونڈ۔ جے ایچ سمتھ پگٹ کے عیسیٰ مسیح ہونے کے تعجب خیز دعاوی کا جوش ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں میں تازہ ہے اسلیے وہ دلچسپی سے اس خبر کو سُنیں گے کہ اقصاء مشرق میں ہند کے صوبہ پنجاب میں کلیٹن کے پاسٹر کا ایک حریف کھڑا ہو گیا ہے۔ اس جدید مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے جو قادیان کا رئیس ہے۔

اس مذہبی جوش رکھنے والے انسان نے یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لیے ایک اعلان شائع کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

"توہینت کے مدعی مسٹر پگٹ کو تنبیہ"

شمس الدین

معلوم ہوتا ہے مسٹر پگٹ کے پرائیوٹ سکرٹری نے میرزا غلام احمد کو وہ دونوں اعلان بھیجے ہیں جنمیں مسٹر پگٹ کے دعاوی کا تذکرہ ہے ہندوستانی مسیح مسٹر پگٹ کو گستاخ۔ کفر گو متکبر۔ بے ادب اور مسرف وغیرہ کا خطاب دیتا ہے اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کی تنبیہ شروع ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا غضب جوش میں ہے اس توہین اور گستاخی کی وجہ سے جو اُسکے مقدس نام اور اسکے برگزیدہ رسولوں کی اس شخص نے کی ہے جسنے نہایت شوخی سے خدا اور زمین و آسمان کے خداوند ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسلیے میرے پاک۔ قدوس۔ کامل اور مقتدر خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسکو اُسکی تنبیہ کروں جو اُس کے لیے مقدر ہے اگر وہ اپنے ان غیر متعلق دعاوی سے توبہ نہ کریگا تو وہ بہت جلد میری زندگی ہی میں **ہلاک** ہو جائیگا۔ اور یہ سزا اس خدا کی طرف سے ہے جو رب **السموات والارض** ہے اسکا غضب ایسے جھوٹے مدعی کو ہلاک کر دیگا تاکہ آئندہ کوئی ایسے جھوٹے اور گستاخ دعووں سے زمین کو ناپاک نہ کرے۔

اگرچہ ہندوستانی پیغمبر حقیقی مسیح ہونے کا مدعی ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ عیسیٰ مسیح کی خو اور طبیعت پر آیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ انسان ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہزاروں آسمانی نشان اُسکے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں میں اُسکی ذریعہ سے ایک پاک تبدیلی ہو چکی ہے۔

وہ اپنے اس عجیب معمولی اعلان کو اسپر ختم کرتا ہے کہ مسٹر پگٹ کی موت میری زندگی میں میرا ایک اور نشان ہوگا۔ اور اگر میں مسٹر پگٹ سے پہلے مر جاؤں تو میں سچا مسیح نہیں ہوں اور نہ میں خدا کیطرف سے ہوں۔ لیکن اگر قادر مطلق خدا مجھے مسٹر پگٹ کی موت کا شاہد بناوے جو میری ہی دعا کا نتیجہ ہوگی پھر ساری دنیا **گواہ رہے کہ میں سچا مسیح ہوں اور**

اور میں خدا کی طرف سے آیا ہوں

ہم دونوں اس اعلیٰ طاقت کے زیر تصرف ہیں اور مقتدر خدا جو جھوٹے مسیح کو حقیقی مسیح کے سامنے ہلاک کریگا میری عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ مسٹر پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹا ہے۔

مرزا صاحب کی پیشگوئی بالکل صاف ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی گذشتہ پیشگوئیاں صحیح ہیں۔ انگلستانی اور ہندوستانی مدعیوں کا مقابلہ بہرحال نہایت دلچسپی سے دیکھا جائیگا۔ مندرجہ بالا ریمارک انگلستان کے اخبار میں شائع ہوا ہے مسٹر پگٹ کے نام جو چٹھی شائع ہوئی تھی جیسا کہ سنڈے سرکل ظاہر کرتا ہے وہ صرف یورپ اور امریکہ ہی میں شائع کی گئی تھی انہیں ممالک کے لیے تھی۔ لیکن ولایت کے اخبارات سے یہ خبر گشت کرتی ہوئی ہندوستانی اخبارات کو بھی مل گئی ہے۔ اور بڑی دلچسپی کے ساتھ انڈین پریس نے اسکو شائع کیا ہے تاہم کئی ہزار میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے مدعی کو خدا تعالےٰ کے برگزیدہ مسیح موعود کا دعوت کرنا چھوٹی سی بات نہیں ہے یورپ کی دنیا اگر اس سرکلر لیٹر کو نگاہ سے دیکھیگی تو تعجب نہیں کہ وہ روحانی فائدہ اُٹھاسکی

دوسرا واقعہ سین فرانسسکو کے ارگونٹ نام اخبار کی یکم دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں سے قابل تذکرہ ہے اخبار مذکور اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہے جو امریکہ کے مفتری ڈاکٹر ڈوئی کو اسکی اس پیشگوئی کے جواب میں جو اُس نے کل مسلمانوں اور مخالف سلطنتوں کے ہلاک ہونے کی کی تھی) جو علیحدہ بھی اردو میگزین کے ہمراہ شائع ہو چکی ہے۔

سین فرانسسکو کا مشہور اخبار ارگونٹ جو کم و بیش لگ بھگ چالیس سال سے جاری ہے اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہوا اسکی **انگریزی زبان** کی تعریف کرتا ہے جسمیں وہ شائع ہوئی ہے + امریکہ کے ایک مشہور اخبار کا میگزین کی تعریف کرنا چھوٹی سی بات نہیں اگرچہ ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اس خیال سے کہ یہ امر خود ستائی ہوگا ان خطوط اور ریمارکس کو میگزین میں جگہ نہیں دیتے جو میگزین کی اعلیٰ زباندانی کے متعلق انہیں پہونچے یا اخبارات میں شائع ہوئے ہیں مگر ہم ضرور اسکا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں خصوصاً اس وجہ سے کہ ہمارے لاہور کے ہمعصر پیسہ اخبار نے میگزین کی پراسپکٹس ہی کو دیکھکر (باوجودیکہ آپ مڈل سے آگے نہیں پڑھے) اسکی انگلش کی حقارت کی تھی + اُس وقت ہم نے اسکا جواب دینا نہیں چاہا تھا اس خیال کہ تجربہ اور پبلک خود اسکو جواب دیگی اسلیے ہم اپنے نوعمر ہمعصر کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی تمام اُنکو پیش کریں۔ بہرحال اس چٹھی کی عمدہ اور اعلیٰ تحریر کی تعریف کرتے ہوئے ارگونٹ ڈاکٹر ڈوئی کے نام کی چٹھی کا اقتباس درج کرتا ہے جسکو اب یہاں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اسطرح یہ دعوت امریکہ میں پہونچ چکی ہے۔ اور اب ہم **تیسرا واقعہ** درج کرتے ہیں۔

مصر میں دعوۃ

حضرت حجۃ اللہ کی دعوۃ مصر میں پہونچ گئی اور آخر وہاں ایک جماعۃ کے قائم ہونیکی اُمید ہو ہی گئی ہے

چنانچہ مصر سے جو خط بیعت کے لیے پہونچا ہے اسے ہم بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں

من مصر ۲۰ مارس سنہ ۱۹۰۳

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرۃ محدث الوقت ومجدد الزمان المسیح الموعود والمہدی المعہود والامام المنتظر المؤید من اللہ الصمد السید میرزا غلام احمد القادیانی الہندی ادام اللہ علوہ واعز بہ الاسلام والمسلمین۔ آمین۔

بفراسۃ من عند اللہ ونور من لدنہ تعالےٰ نظرتکم ولا زلت ناظرا الیکم کأنی انا ہنا طلعتکم واحظی برؤیاکم فی قیامی وقعودی یقظا کنت او نائما ولو کنتم فی الشرق الاقصیٰ۔ وعنی بذلک تمتعی بالروحانیۃ الغیر متناہیۃ زمانا ومکانا۔ کیف لا والملئکۃ تنزل علینا وہو القائل "نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ" فسبیلنا الیکم ہو النور الکاشف الفارق الجاذب لقلوبنا وارواحنا واشواقنا الیکم کأننا فیکم ومنکم وبکم والیکم کالروح معہ اجسامکم فلا تسلیم لکم عندی ولا کلام ولا شوق ولا تحیۃ کما یفعل المتخاطبون الذین تحجبہم الحجب ولکنّی اما نحکم مع ھذا ایاکم کما امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الذی اوصانا باتباع المسیح الموعود عن [illegible] اخوتنا

ان غبت او حشت الوری یا سیدی
الآن یا نور فقد آنستنی
قلبی محلک انت فیہ فینبغی
ان لا یقال لساکن اوحشتنی

اللہ ربنا ومحمد نبینا وانتم یا عیسیٰ بن مریم مسیحنا لانکم جوہرۃ الاول وروح الثانی ویوحنا المتجددان ایلیا الربانی لا بعد فکم الاکل فان متفان

تاؤة الیکم متوجه بکلیا تہ لجنابکم لانه یراکم کما را کما النبی صلے الله علیہ وسلم نازلا من السماء اماما هادیا حکما عادلا بیدکم حربة تقتلون بها الدجال شیطان اخر الزمان الذی اضل اهل الارض وظهرت مفاسده فی البلاد عموما وفی بلادنا خصوصا فان اصابته ولدی وثمرة فؤادی بسهم من سهامه مرمزین لوجوب مطاردة الدجال القوی الذی بعثکم الله لقتاله وقتال اتباعه خصوصا جماعة البر ولستنطر الذین رفعوا رایة الظلم وانخفض بینهم العدل واستحکم فیهم الهوی وانتهت بهم الفشوة الشدیدة الی تفریق ما اوصله الله من لحمة النسب بین الفرع واصله والی قطع اسباب المحبة التی احکم الله ربطها۔

فوحق من فتق محجب العلوم الارضیة والحکمه وقال ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنهما لنجد النصر من عند الله الذی لا یخذلکم ولن یخذلکم لان کل امورکم فی یده ولبست اسلحتکم ارضیة لانکم لستم فی احتیاج لسیوف ادیال هذا العالم لان اعداء الحق یحاربوننا بتقاریرهم ومکائدهم کما حصل مع بنی اسرائیل فی ایام الرومان وقت مجیئکم الاول

زمانکم الثانی کزمانکم الاول۔ اکثر المسلمین اخواننا استعواستهواهم واضاعوا الصوم والصلوٰة وقست قلوبهم وفسدت طبائعهم وما بقی فیهم الا اسم الاسلام ورسم الدخول فی المساجد (حمامة البشری) فوجب علینا الفرار الی الله ربنا وانبا عکم فیما انتم علیه لان شعوری بما انتم علیه حق لا ریب فیه وقد بایعتکم علی کتاب الله وسنة رسوله قاصدا ابا لکم بقلب سلیم ونیة صحیحة راجیا بابتها لکم وبرکة دعائکم ادراک کل مامول لجمیع اخوانی المسلمین ولا سیما اعضاء جمعیة المباحث العلمیة التی احضه منهم بالذکر حضرة الفاضل المحترم الشیخ **حامد احمد** بدوی

السلسنتغل الان معانی دروس کتبکم التی اتممنا منها ثلاثة وهی "حمامة البشری" و "الهدی" و "الخطبة الالهامیة" واما الحصول علی باقیها بواسطة الشیخ الحبیب الحکیم "غلام النبی احمد" وبما اننا نعرف اللغة الانکلیزیة نرغب مطالعة ما کتب من اجواء عنکم فیها واسال الله الفوز فی الدنیا والاخرة امین برکتکم امین ؛

کتبه محمد حبیب صاحب

المعرض العام بشارع غیط العدة

مصر

اس خط پر مولوی غلام نبی صاحب مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے ہیں

بخدمت امام الزمان السلام علیکم و رحمة الله وبرکاتہ

یہ ایک دلیر آدمی ہے کسیکی ملامت اور تشنیع کا کوئی خوف نہیں مسائل حمامہ وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں جیسے نئی سال کا پیاسا ٹھنڈا پانی پاتا ہے اور بڑے شوق سے پیتا ہے خط اسکا خود شاہد ہے ۔ انگریزی جانتے ہیں دربار کے موقعہ پر جو آپکی طرف سے انگریزی مضمون نکلا ہے اور ریویو آف ریلیجنز کے ایک دو پرچے اور آپکی وہ صورت جس میں مولوی نورالدین صاحب کی بھی تصویر ہو ارسال فرمادیں اور بہت لوگ آپکی طرز تعلیم کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں کس سے پڑھا اور کہاں تک پڑھا جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے بیان کیا ۔ بس صرف کتابیں ارسال کرنے سے جہاد وغیرہ کا مسئلہ حل ہو جائیگا اگر اور نئی تفصیل کی کتاب عربی انگریزی میں سے چھپی ہو وہ بھی معہ دیگر کتب ارسال فرمادیں اور شرائط بیعت ۔

اور انھوں نے یہ خواب دیکھا المسیح کلمة عبرانیة معناها الماسح فالعالم متسخ ومحتاج لما سح له فیزیل اوساخهم وادرانهم وکان یلیرد ها فی المنام بالفاظ متنوعة هذا معناها ۔ فقام مبشر حالته کانه قد کان قرا کتب حضرتکم بل بهذا الحلم ومقتنعا کانه ما یحتاج بعد هذا الی الدلائل المتعلقة بیعتکم ۔ امید ہے حضور جواب ارسال فرمائینگے پتہ یہ ہے شارع غیط العدة

قرب عابدین محمد حبیب صاحب المعرض العام مصر۔

غلام نبی هندی نادیلے

قرآن کریم
چھ مہینے میں پڑھایا جاتا ہے

جو لوگ اپنی اولاد کو قرآن کریم جیسی رحمت ۔ نور ۔ شفا ۔ نعمت سے بہرہ ور کرنے کے خواہشمند ہوں وہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں ۔ قاعدہ یسرنا القرآن کی تدوین سے تجربہ ہو گیا ہے کہ اگر محنت کی جاوے ... تو چھ مہینے کے اندر قرآن شریف پڑھایا جا سکتا ہے ۔ مگر ہم لوگوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے مدرس ہونیکی وجہ سے اور قرآن کریم ہی مدرس ہونیکی وجہ سے قاعدہ یسرنا القرآن کے مطابق اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خدا کے فضل سے ایسا اشتہار دینے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے کہ جو صاحب اپنی اولاد کو چھ سات مہینے کے اندر قرآن شریف ختم کرانا چاہتے ہوں وہ ہمسے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کرلیں ہم پانچ سال سے زائد عمر کے بچہ کو اس میعاد کے اندر انشاء اللہ العزیز قرآن شریف ختم کرا دینگے اور نہ صرف ختم بلکہ تم سکھو یاد ہوگا اور جہاں سے کوئی چاہے ہم دکھلا دے ۔ کیونکہ پڑھانے کا طریق تجربہ کے باعث ایک خاص طرز کا ہو گیا ہے طوطہ کیطرح نہیں پڑھایا جاتا بلکہ خاص قواعد کی بنا پر بچہ کو خوب ذہن نشین کرایا جاتا ہے ۔

ہم اس خدمت کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے اسکے کلام کی خدمت اور اشاعت کے لیے اپنے ذمہ لیتے ہیں پس جو اپنی اولاد کے قیمتی وقت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام سے محبت رکھتے ہیں وہ بذریعہ خط و کتابت ہم سے فیصلہ کرکے اپنے بچوں کو ہمارے سپرد کردیں اور پھر دیکھ لیں کہ موعود عرصہ میں کس طرح ان کا بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے

خاکساران شیخ عبد الرحمن قادیانی و شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی

تفسیر القرآن کی ماہواری اشاعت

الحکم کی گذشتہ اشاعت کے ہمراہ تفسیر القرآن کا پہلا نمبر خریداران تفسیر القرآن کو جن کے نام پہلے سے درج رجسٹر تھے بھیجا گیا ہے۔ چند احباب ایسے بھی ہوں گے جنکے نام محض اس خیال سے بھیجا گیا ہے کہ وہ اسکی خریداری منظور کرینگے + لیکن ہم کسیکو جبراً خریدار بنانا نہیں چاہتے تفسیر القرآن کے ماہوار اشاعت ان کثیر التعداد اصرار کرنے والے خطوط کی بنا پر کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً خاکسار کے پاس پہونچتے رہے ہیں + اسلیے ہم ان احباب کو جن کے پاس تفسیر القرآن کا پہلا نمبر باسید قبولیت پہونچا ہے موقع دیتے ہیں کہ وہ اس کے حسن و قبح اور اسکی ضرورت کے سوال پر بخوبی غور کرلیں اور اگر وہ اسکی خریداری سے معذور ہوں تو انہیں بیشک اختیار ہے کہ وہ واپس بھیجدیں۔ لیکن براہ کرم کوئی بزرگ ایسا ہرگز نہ کریں کہ در اصل تفسیر القرآن کے خریدار بھی نہ ہونا چاہتے ہوں اور پہلا نمبر بھی رکھ لیں کیونکہ اس سے ہمارے مسلسل نمبروں کے فائل میں نقصان پہونچے گا۔

ایک امر اور غلط فہمی کے لیے ظاہر کرنا ضروری ہے کہ دوسرا پارہ ۶۸ صفحہ تک پہلے الگ خریداران تفسیر القرآن کے پاس انکے اصرار سے بھیجا جاچکا ہے اور ۸۴ صفحہ تک کے فرمے اور چھپ گئے ہیں جو الحکم کی اگلی اشاعت کے ساتھ انشاء اللہ روانہ کرینگے۔ اور اسطرح پر دوسرا پارہ الگ مکمل کرکے بھیجا جاوے گا۔ لیکن یہ اوراق اور اجزا صرف ان خریداروں کو بھیجے جاوینگے جنکی پیشگی قیمت وصول ہوچکی ہے۔ دوسرے صاحب حسب معمول یہ پارہ مکمل ہونے پر بھی لے سکتے ہیں + اسطرح پر جزئی اشاعت سے ایک فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ ہم ہر نمبر پر اپنے ناظرین تفسیر القرآن کی رائوں کو معلوم کرسکا کریں گے اگر کوئی نقص یا غلطی رہ گئی ہو تو اسکی اصلاح ہوجایا کرےگی انشاءاللہ

ماسٹر نبی بخش احمد جان

مالکان کارخانہ گبردن تکیہ گوجران لودہانہ (پنجاب) نمونجات گبرون جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں۔

اَلبُشریٰ

اور اُس کا پہلا مبارک خریدار

ہمارے ناظرین الحکم کی اشاعت کے ساتھ البُشریٰ ایک عربی ماہوار رسالہ کا اشتہار پڑھیں گے۔ اس کی ضرورت و اہمیت کے متعلق اگلی اشاعت میں کچھ لکھوں گا لیکن سردست مجھے ایک ضروری امر کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البشریٰ کے اجرا پر کیا کیا رائے زنیاں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کے اجرا سے میری اصل غرض حضرت حجۃ اللہ کے بعثت کی بشارت کا ممالک اسلامیہ میں پہونچانا اور مسلمانوں کو مذہبی اور قومی زبان عربی کا مذاق پیدا کرنا ہے پس جو لوگ ان اغراض کو اہم سمجھتے ہیں وہ ضرور میرے ساتھ ہوں گے + چنانچہ میں بڑی خوشی کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ البشریٰ کا اشتہار دیکھکر پہلا شخص جس نے البشریٰ کی خریداری کے لیے درخواست کی وہ حضرت

حکیم الامۃ مولانا مولوی نورالدین

صاحب ہیں حضرت حکیم الامۃ کا پہلا خریدار ہونا البشریٰ کے لیے مبارک فال ہے اور میں اس خوشی میں ننگ گذارش ہوں البشریٰ کے دس پرچے اسکے جاری ہونے پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے مڈل اور انٹرنس کے ان طالب علموں کو دینے کا انشاءاللہ وعدہ کرتا ہوں جو انٹرنس کے امتحان میں عربی بطور دوسری زبان کے لیں اور مڈل میں عربی زبان میں اول رہیں

سرکاری خبریں

اے۔ میریڈتھ صاحب بجائے ویرنگ صاحب جو رخصت پر جاتے ہیں بطور ڈپٹی کمشنر ملتان تعین کیے جاوینگے۔

ولسن جانسٹن صاحب لفٹنٹ فیر صاحب اور کپتان نکولس صاحب بندوبست کا کام سیکھنے کے لیے ہزارہ میں تعینات کیے جاوینگے

کپتان۔ بی۔ ڈی۔ فٹز پیٹرک بطور ڈپٹی کمشنر ہوشیارپور کام کرینگے۔

فیرنیر، ریڈی اور لطیف صاحبان ابھی تعلیم بندوبست کے خاتمہ پر دہلی۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ میں تعینات کیے جاوینگے۔

کپتان۔ اے۔ سی۔ الیٹ صاحب اسسٹنٹ کمشنر اس موسم کے لیے ڈلہوزی تعینات کیے جاوینگے۔

اے۔ ایچ پارکر صاحب اسسٹنٹ کمشنر کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی اور ایم۔ ایچ ہیریسن صاحب موصوف کو سبکدوش کریں گے۔

ایف۔ ایچ برٹن صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی۔ پی۔ ایل پارکر صاحب صاحب موصوف کو سبکدوش کرینگے۔

دستخط

فرینک لی اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

اعلان

چونکہ امتحان مڈل کا نتیجہ نکل گیا ہے اسواسطے پریپیریٹری کلاس (یعنی فورتھ مائی) یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو کھولی جائیگی۔ جو احباب یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد اور اقربا کو موجودہ زمانہ کی رسمی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم اور نیک صحبت کا بھی حصہ ملے وہ اپنے بچوں کو جلد روانہ کردیں تاکہ تعلیم میں حرج نہ ہو۔ اس جماعت کی فیس مدرسہ ادنیٰ درجہ ۴ ہے اور فیس بورڈنگ ہوس ۱۲ اور خرچ خوراک ۳ سے ۴ تک درجہ وار ہے باقی تفصیل کے واسطے جو صاحب چاہیں راقم کے ساتھ خط و کتابت کرسکتے ہیں۔ والسلام

محمد صادق ہیڈماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول

۱۲ مارچ ۱۹۰۳ء

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا